احسان 1355 ہش ★ جون 1976ء

ایڈیٹر
نسیم مہدی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اپنے خدام سے شفقت کا ایک نظارہ

(تفصیل صفحہ ۳۳ پر ملاحظہ فرمائیں)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ، خواجہ عبدالمومن صاحب
(نائب مہتمم مقامی مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ) سے کلائی پکڑ رہے ہیں۔

خواجہ عبدالمومن صاحب اور میاں عبدالمنان صاحب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کلائی پکڑ رہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

فاستبقوا الخیرات

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں" - (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی" - (المصلح الموعودؓ)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ خالد ربوہ

جلد ۲۲ — نمبر ۸

جون ۱۹۷۶ء

(احسان ہش ۱۳۵۵)

ایڈیٹر

نسیم مہدی

نائبین

طارق محمود طارق ★ حافظ مظفر احمد

خالد

خوب سے خوب تر

ہم ہمیشہ قارئین کی پسند مدّنظر رکھتے ہوئے "خوب سے خوب تر" کی تلاش میں رہتے ہیں اور ہماری یہ کوشش رہی ہے کہ متنوع موضوعات پر ٹھوس دینی، علمی تحقیقی اور معلوماتی منظوم و منثور مواد کے ساتھ ساتھ ہلکے پھلکے اور دلچسپ مضامین اور اقتباسات بھی شامل اشاعت کئے جائیں۔ ہم اپنی اس کوشش میں کس حد تک کامیاب رہتے ہیں یہ ہم سے بہتر ہمارے عزیز قارئین جانتے ہیں۔ ہم ہمیشہ تنقید اور مشوروں کے محتاج رہتے ہیں کیونکہ تعمیری تنقید ہمارے لئے "خوب سے خوب تر" کی تلاش میں ممد و معاون ثابت ہوتی ہے۔

زیرِ نظر شمارہ بھی آپ کو ہماری مساعی کا پرتو نظر آئے گا۔ آئیے! اس شمارہ کے بعض مندرجات پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے چلیں ———

● **سرورِ کائنات** فخرِ موجودات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فداہ ابی و امی و روحی و جنانی کا ذکرِ خیر اور استاذ الجامعہ مولانا غلام باری سیف کا طرزِ بیان ——— حدیثِ شوق ——— روح کی غذا ——— سرور و انبساط کا مجموعہ۔ یہ کلام خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے اجتماع کے موقعہ پر دیا گیا ایک درسِ حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم ——— تذکرہ کے طور پر ہدیۂ قارئین ہے۔ آقائے نامدار صلعم کا ذکرِ خیر ہو تو بے اختیار یہ شعر زبان پر آجاتا ہے ؎

یَا حِبِّ اِنَّکَ قَدْ دَخَلْتَ مَحَبَّۃً فِیْ مُھْجَتِیْ وَمَدَارِکِیْ وَ جَنَانِیْ

وہ انسانیت کا مجسم انسان جس کا خلق قرآن تھا اور جس کا اسوہ، اسوۂ حسنہ تھا۔ ہمارے لئے ایک مینارۂ ہدایت اور مینارۂ نور ہے۔ آپ ہم سے دیانت دار رہتے ہیں کہ ——— ہم میں سے کتنے ہیں جو مسلمان اور مومن کہلانے کے ساتھ ساتھ ہر آن اور ہر لحظہ اس بات کے لئے کوشاں رہتے ہیں کہ ہر چھوٹے سے چھوٹے کام میں آنحضرت صلعم کی مکمل اتباع و پیروی کریں۔ اس ذاتِ بابرکات کے دین کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپؐ چٹائی پر سو رہے تھے۔ جب اٹھے تو چٹائی کے نشان جسمِ مبارک پر نظر آئے۔ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! ہم آپ کے لئے ایک نرم گدیلا بنا دیں تو کیا یہ اچھا نہ ہوگا؟

آپؐ نے فرمایا۔ "مجھے دنیا اور اس کے آرام سے کیا تعلق؟ میں اس دنیا میں اس شتر سوار کی طرح ہوں جو ایک درخت کے نیچے سستانے کے لیے اُترا اور پھر شام کے وقت اس کو چھوڑ کر آگے چل کھڑا ہوا" (ترمذی کتاب الزہد) خدارا غور فرمائیں کیا دنیا کی بے ثباتی کی اس سے زیادہ کوئی اور مثال دی جا سکتی ہے؟ اور پھر بے ثباتی دنیا کے باوجود آرام نہ کرنے کا جذبہ! عرب کے مشہور شاعر لبید نے کہا تھا ؎

"اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ"

کہ اللہ کے سوا ہر چیز بے کار اور بے سود ہے اس پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ـــــ

"اصدق کلمۃٍ قالہا شاعرٌ کلمۃُ لبیدٍ" (مسلم کتاب الشعر)

کہ لبید نے جو بات کہی اس سے زیادہ سچی بات کسی نے نہیں کہی۔ کاش کہ ہم سب اس پر عملاً غور کریں!

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کندھے کو پکڑا اور فرمایا تو دنیا میں ایسا بن! گویا تو پردیسی ہے یا راہ گزر مسافر! (بخاری کتاب الرقاق)

کیا آپ نے کبھی سوچا؟ ـــــ ہم میں سے کتنے ہیں جو دنیا کے عیش و آرام ترک کر رضائے الٰہی کے حصول کے لئے کوشاں ہیں ـــــ ہم میں سے کتنے ہیں جو عملی طور پر دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہیں ـــــ کیا یہ ہمارا فرض نہیں کہ ہم ہر وقت اپنا محاسبہ کرتے رہیں کہ کہیں ہم دنیا کی طرف مائل تو نہیں ہو رہے؟ حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا

● **جناب شیخ عبدالقادر** ـ ہمیشہ کی طرح تاریخ کے مخفیہ گوشوں سے پردہ سرکاتے ہیں اس شمارہ میں ان کا تحقیقی مضمون "مسیح کا ستارہ" وسطی امریکہ کے مایانی قبائل کے بارہ میں ہے جن کی اساطیر میں "قومی ہیرو" کا ذکر ہے جس نے ظاہر ہو کر توحید، روحانیت، اخلاق اور انصاف کی تعلیم دی اور پھر نجانے کہاں چلا گیا؟ اس نے کہا تھا میں دوبارہ آؤں گا۔ یہ قبائل آج بھی اس کے منتظر ہیں ـــــ

● **پنجاب** کی ایک گمنام بستی سے اس زمانہ کے مسیح نے لوگوں کو پکارا۔ لوگ اس کی طرف اس کثرت سے کھنچے چلے آئے کہ سڑکوں میں گڑھے پڑ گئے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ جو خدا نے اپنے مسیحؑ کی معرفت فرمایا تھا وہ پورا ہو کہ یاتون من کل فج عمیق۔ ان آنے والوں میں ایک مشہور عیسائی مشنری T. L. PENNELL بھی تھا اس نے اپنے تاثرات اپنی کتاب ـــــ "Among the wild tribes of the Afghan Frontier" میں تحریر کئے ہیں۔ اسی کتاب کے متعلقہ حصہ کا اردو ترجمہ اور اس پر جناب مولانا دوست محمد شاہد (مورخ احمدیت) کا تحقیقی مقالہ قارئین کے لئے دلچسپی کا باعث ہوگا۔

● **سفر وسیلۂ ظفر ہے**۔ یہ بات کافی پرانی ہے آج کل اگر یوں کہا جائے تو زیادہ درست ہوگا۔ "سفر وسیلۂ اشاعت سفرنامہ ہے" جناب شفیق الرحمن نے اپنی "حماقتوں" کا ابتدائیہ لندن میں صرف اس لئے لکھا تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ لندن میں ہیں۔ دلوں کا بھید تو اللہ تعالیٰ جانتا ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ جناب ڈاکٹر پرویز پروازی کا بھی غالباً اپنا سفرنامہ اسی لئے

لکھ رہے ہیں کہ تا ہر کس و ناکس پر یہ واضح ہو جائے کہ وہ جا کہاں رہی ہیں ———

بہر حال "سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے" کی ایک اور قسط اس شمارہ میں پیش کی جا رہی ہے جو حسبِ سابق دلچسپ معلومات پر مشتمل ہے۔

● **اِس کے** شمارہ میں ہم ایک اور سلسلہ شروع کر رہے ہیں۔ اپنے پیارے وطن کے بعض گوشے اتنے پیارے ہیں کہ واقعی ان پہ پیار آتا ہے۔ جناب ل۔ خ ملک اس شمارہ سے ایک سفر کی داستان کا آغاز کر رہے ہیں۔ خدا کرے کہ آپ کو پسند آئے۔ مضمون نگار کے مضمون "کتنا ہرے آنکھ مچولی" کو ہم نے

"دل ہوئی معتکف کدہ و دشت و ویرانہ"

کا عنوان دیا ہے ——— انصاف قارئین پر کہ یہ "آنکھ مچولی" تھی یا "عزم کدہ و دشت و ویرانہ" جو بھری پُری آباد دنیا سے الگ تھلگ ہو کر کہ

"نہی جی میں آئی کہ گھر سے نکل!"

والا مضمون بانداز ہوئے "معتکف" (یعنی الگ تھلگ) ہو کر رہ گئے۔ یہ ادیبانہ ہے کہ ملک صاحب نے بڑے شستہ اور نکھرے نکھرے انداز میں کدہ و دشت و ویرانہ کے ساتھ ساتھ حسین و جمیل مناظرِ قدرت کا بھی ذکر کیا ہے اور اپنے محسوسات کو بھی ان میں سمو دیا ہے ———

آخر میں پھر وہی استدعا کہ صائب الرائے قارئین کرام نہ صرف "خالد" کے بارہ اپنی قیمتی آراء سے نوازتے رہیں۔ بلکہ اپنے محسوسات کو بھی صفحۂ قرطاس پر منتقل کر کے "خالد" کو بھجواتے رہا کریں ———

خُدّامُ الاحمدیہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک عالمگیر مجلس ہے جو شجرِ احمدیت کی سرسبز و شاداب شاخوں کا مجموعہ ہے۔ رشتۂ اخلاص و محبت میں محصور ——— تازگی، شگفتگی اور شیفتگی کی منہ بولتی تصویر ——— اللہ تعالیٰ کی محبت سے سرشار گویا ——— ع

"تزول جبال الراسیات وقلبھم عن الحب لا یخلو ولا یتزلزل"

اللہ تعالیٰ یہ خلوص یہ محبت، یہ شیفتگی قائم الدوام رکھے اور ع

آں گروہ کہ از ساغرِ وفا مستند
سلام ما برسانید ہر کجا ہستند

درس الحدیث

جناب مولینا غلام باری سیف

مکرم و محترم مولانا غلام باری صاحب سیف استاذ الجامعہ نے مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع ۱۹۷۶ء کے موقع پر شمائل ترمذی پر مشتمل جو درس حدیث دیا وہ ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے۔ (ایڈیٹر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی کے شمائل پر امام ترمذی علیہ الرحمۃ نے ایک مجموعہ تالیف فرمایا۔ اس کی ایک حدیث کا بیان لکھا ہے:—

"عن مسروق قال دخلتُ على عائشة فدعت لي بطعام فقالت ما أشبع من طعام فأشاء أن أبكي الا بكيتُ قال قلتُ لِمَ قالت أذكر الحال التي فارق عليها رسول الله صلى الله عليه وسلم الدنيا والله ما شبع من خبزٍ ولا لحم مرّتين في يومٍ واحدٍ"

(شمائل ترمذی باب ما جاء فی صفۃِ خبزِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

مشہور تابعی حضرت مسروقؒ جو رشتہ میں حضرت عائشہؓ کے بھائی تھے بیان کرتے ہیں کہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کے ہاں گیا تو آپ نے میرے لئے کھانا منگوایا اور فرمایا میں سیر ہو کر کھانا نہیں کھاتی پر رونا چاہوں تو رو لیتی ہوں۔ حضرت مسروق کہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ کیوں؟ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ میں وہ حالت یاد کرتی ہوں جس پر اس دنیا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا۔ خدا کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایک دن میں دو مرتبہ روٹی اور

گوشت سے پیٹ نہیں بھرا۔ یعنی اگر ایک وقت روٹی اور گوشت میسر ہوا تو دوسرے وقت ایسا نہ ہوا۔

اسی مجموعہ کی دوسری حدیث یہ ہے :۔

"عن سماک بن حرب قال سمعت النعمان بن بشیر یقول السـتم فی طعام و شراب ما شئتم لقد رأیت نبیکم وما یجد من الدقل ما یملأ بطنہ"

(شمائل ترمذی باب ما جاء فی عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

سماک بن حرب روایت کرتے ہیں کہ میں نے نعمان بن بشیر کو سنا آپ فرماتے تھے۔ لوگو! کیا اب تمہارے کھانے پینے کے لئے وہ سب کچھ میسر نہیں جو تم چاہو اور میں نے تو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی حالت میں دیکھا ہے کہ پیٹ بھرنے کے لئے روٹی اور خشک کھجور بھی میسر نہ تھی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی معیشت کے بارہ میں ایک اور صحابی رض کا بیان سنیئے :۔

"قال عتبۃ بن غزوان لقد رأیتنی وانی لسابع سبعۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما لنا طعام الا ورق الشجر حتی تقرحت اشداقنا فالتقطت بردۃ فقسمتہا بینی وبین سعد فما منا من اولئک السبعۃ

احدًا الا وھو امیر مصر من الامصار وستجربون الامراء بعدنا"

(شمائل ترمذی باب ما جاء فی عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

عتبہ بن غزوان کہتے ہیں مجھے یاد ہے ایک موقعہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم سات آدمی تھے۔ اور کھانے کے لئے ہمارے پاس سوائے درختوں کے پتوں کے اور کچھ نہ تھا اور پتے کھا کھا کر ہماری باچھیں زخمی ہو گئی تھیں۔ اسی موقعہ پر مجھے ایک چادر ملی جو میں نے اور سعد نے جسم ڈھانکنے کے لئے نصف نصف کر لی۔ عتبہ کہتے ہیں اب وہ سات جو درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرتے تھے آج دیار و امصار کے والی یعنی گورنر ہیں۔ عتبہ بن غزوان نے کہا ہمارے بعد بھی امیر ہوا کریں گے لیکن تم دیکھ لو گے کہ وہ ہمارے جیسے عادل اور امین نہ ہوں گے۔

غربت اور امارت، تنگی اور آسائش، بھوک اور سیری نسبتی امور ہیں اور الٰہی جماعتوں پر یہ دور آیا ہی کرتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ انبیاء کی آزمائش سب سے کڑی ہوتی ہے۔ چنانچہ چشم فلک نے دیکھا کہ خدا نے جس برگزیدہ ہستی کے متعلق کہا کہ یہ کائنات، ارض و سماء لوح و قلم اسی کے لئے پیدا کئے گئے (لولاک لما خلقت الافلاک) خدا کے وہ برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کبھی خالی پیٹ مدینہ کے گرد خندق کھودتے نظر آتے ہیں اور کبھی اپنے راز دان دوست ابوبکر رض کے ساتھ خدا کے گھر کعبہ کے پاس بیٹھے نظر آتے ہیں۔ کبھی وہ مسجود ملائک سجدہ میں ہے اور بدبخت شقی القلب لوگوں نے اونٹ کی بچہ دانی گند سے بھری آپ کی پشت مبارک پر رکھی ہے

اُحد کے میدان میں الوہیت کے مظہر اتم کا چہرہ خون آلود ہے۔ طائف کی حسین وادی میں ساقیٔ کوثر کی پنڈلیاں لہولہان ہیں۔ بستی کے اوباش آوازے کستے اور سنگ باری کرتے ہیں۔

شیدائیانِ احمدیت! کبھی سوچا یہ حالات کیوں آتے ہیں ان کا آنا کیوں ضروری ہوتا ہے؟ الٰہی جماعتوں پر یہ لمحات انہیں خدا کے قریب کرنے کے لئے آتے ہیں۔ مصائب درویشوں کے کردار کی تعمیر کیا کرتے ہیں۔ اسی لئے کاروانِ بارگاہِ احدیت کے سالار کو جب خداوند ذی العرش نے بطحا کی وادی کو سونے کا بنا دینے کی پیشکش کی تو فرمایا "مولا میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن سیر ہو کر کھاؤں۔"

تاریخ ساز افراد مصائب میں سے مثلِ خورشید ابھرا کرتے ہیں۔ کھمبوں کی بتیوں کی روشنی تلے پڑھنے والے طالب علموں نے دنیا میں حیرت انگیز ایجادات کی ہیں مگر بھوکے پیٹ رہ کر دورِ حبیب پر دھونی رمانے والے نے پڑھے لکھوں سے زیادہ علم و اخلاق کا سرمایہ دنیا کو دیا۔

مکہ کی تپتی ریت پر مچھلی کی طرح بھونے جانیوالے بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے نخوت کے مارے سردارانِ قریش کو پناہ ملی تھی اور مدینہ کے گورکن ابوعبیدۃ بن جراح رضؓ ہی شام کی فوجوں کے سپہ سالار تھے۔ مسجد نبویؐ میں بھوک سے غشی کھانے والا ابوہریرہؓ بحرین اور مدینہ کا گورنر تھا اور جسے تن ڈھانکنے کے لئے آدھی چادر میسر ہوتی تھی اور پتّے کھا کھا کر اس کی باچھیں زخمی ہو گئی تھیں وہ فاتح عراق ہوا۔ اور تاریخِ عالم گواہ ہے کہ ان فاقہ کشوں سے زیادہ امین، عادل، اور سیر چشم عہدیدار کبھی نہیں دیکھے گئے۔

غربت، بے کسی اور جبروتشدد نے ان کے اخلاق کو اجاگر اور روحوں کو صیقل کر دیا۔

آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند جلیل کو جب خدا تعالیٰ نے بتایا کہ آپ کا وقت قریب ہے تو آپ نے رسالہ الوصیت میں اپنی جماعت کو مخاطب ہو کر فرمایا:۔

"دنیا کی لذتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جدا کرتی ہیں اور خدا کے لئے تلخی کی زندگی اختیار کرو۔ وہ دکھ جس سے خدا راضی ہو اس لذت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے اور وہ شکست جس سے خدا راضی ہو اس فتح سے بہتر ہے جو موجب غضب الٰہی ہو۔ اس محبت کو چھوڑ دو جو خدا کے غضب کے قریب کرے۔ اگر تم صاف دل ہو کر اس کی طرف آجاؤ تو ہر ایک راہ میں وہ تمہاری مدد کرے گا اور کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ خدا کی رضا کو تم کسی طرح پا ہی نہیں سکتے جب تک تم اپنی رضا چھوڑ کر اپنی لذات چھوڑ کر، اپنی عزت چھوڑ کر، اپنا مال چھوڑ کر، اپنی جان چھوڑ کر اس کی راہ میں وہ تلخی نہ اٹھاؤ۔ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے۔ لیکن اگر تم تلخی اٹھا لوگے تو ایک پیارے

بچے کی طرح خدا کی گود میں آجاؤ گے اور
تم ان راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے
جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اور ہر ایک
نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں
گے لیکن تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں۔"

(الوصیت صفحہ ۱۱، ۱۲)

اللہ تعالیٰ کبھی افراد اور اقوام کا امتحان تنگی کے
ذریعہ لیتا ہے اور کبھی آسائش اور یُسر سے اور حدیث کے
مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤخر الذکر امتحان زیادہ کڑا
ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی (جن کی دولت
افسانوی تھی) حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی فرماتے ہیں:۔

"ابتلینا بالضراء فصبرنا
علیہ ثم ابتلینا بعدہ بالسراء
فلم نصبر علیہ"

کہ ہم دکھوں سے آزمائے گئے تو ہم نے اس
پر صبر کیا۔ پھر ہمارا امتحان آسائشوں سے
ہوا تو ہم اسی پر صبر نہ کر سکے۔

پروردگارا! تیری رحمت کا واسطہ ہمیں دونوں امتحانوں
میں کامیاب کرنا۔

دوسرا امر جس کی طرف میں آپ کی توجہ مبذول کرانا
چاہتا ہوں۔ وہ نرم روی، و نرم گفتاری ہے۔ اس بارہ میں
دو احادیث سماعت فرمایئے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی
فرماتی ہیں:۔

"ان رھطا من الیھود دخلوا
علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فقالوا السام علیک فقال النبی
صلی اللہ علیہ وسلم علیکم
فقالت عائشۃ فقلت علیکم
السام واللعنۃ فقال النبی صلی
اللہ علیہ وسلم یا عائشۃ ان
اللہ یحب الرفق فی الامر کلہ"

(ترمذی ابواب الاستیذان و الاداب باب ۵۷، فی کراھیۃ
التسلیم علی الذمی)

کہ یہود کی ایک جماعت نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور
السلام علیکم کہنے کی بجائے انہوں نے
السام علیک کہا جس کے معنے ہیں آپ
پر موت آئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے جواب میں علیکم کہہ دیا کہ "تم پر" حضرت
عائشہ رض نے سُنا تو کہا تم پر موت آئے تم
پر خدا کی لعنت ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا۔ عائشہ رض! اللہ تعالیٰ
ہر امر میں نرمی پسند کرتا ہے۔

دوسری حدیث کے راوی حضرت علی رض ہیں۔ آپ روایت
کرتے ہیں:۔

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ان فی الجنۃ لغرفا تری
ظھورھا من بطونھا وبطونھا
من ظھورھا فقام الیہ اعرابی
فقال لمن ھی یا نبی اللہ قال

ھی لِمَنْ اطاب الکلام واطعم
الطعام وادام الصیام وصلّی
للّٰہ باللیل والنّاس نیام۔"
(ترمذی ابواب صفۃ الجنۃ باب ماجاء فی صفۃ غرف الجنۃ)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
جنت میں ایسے کمرے ہیں کہ باہر سے دیکھنے
والی آنکھ ان کی دیواروں کے آر پار دیکھے
گی اور کمرے کے اندر سے باہر کا سب کچھ
نظر آئے گا۔ یہ سُنا تو ایک بدو یعنی دیہاتی
کھڑا ہوا اور عرض کیا۔ اے اللہ کے نبی!
یہ کمرے کس کے لئے ہیں؟ فرمایا جس نے اچھی
کلام کی اور کھانا کھلایا اور ہمیشہ روزے
رکھے اور جب لوگ رات کو محو خواب ہوں
اس نے نماز پڑھی۔

یہاں اس وقت صرف اطاب الکلام یعنی میٹھے بول۔ تہذیب
گفتگو۔ شیریں زبانی اور خوش گفتاری کی طرف توجہ دلانا ہے
جنت یعنی خدا کی رضا نصیب ہو سکتی ہے میٹھے بول سے۔
تلخ کلامی، سخت گوئی سے خدا راضی نہیں ہوتا۔ دل نہیں
جیتے جا سکتے۔ اگر بیت دنیا کے قلوب کو جیتنا ہے تو نرمی
نرم اخلاقی، نرم گفتگو سے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام
فرماتے ہیں:۔

"اسم سگا کیمیا ہے کوئی جانے بول"
اگر کسی کو بات کرنا آتی ہے تو یہی کیمیا گری ہے قرآن پاک
میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

"اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ
وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ"
خدا کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت
سے بلاؤ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف جب دو صحابہ رضی
کو بھیجا تو فرمایا:۔
"یسّرا ولا تعسّرا وبشّرا ولا
تنفّرا"۔
لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرنا نہ کہ تنگی۔
بشارت (خوشخبری) دینا نفرت نہ دلانا۔
پہلی اس بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب "نسیم دعوت" میں
یہ نصیحت فرمائی ہے:۔
"جہاں تک ممکن ہو سچی باتوں کو نرمی کے
لباس میں بتاؤ تا سامعین کیلئے موجب
ملال نہ ہو جو شخص حقیقت کو نہیں سوچتا
اور نفس سرکش کا بندہ ہو کر بدزبانی کرتا
ہے اور شرارت کے منصوبے جوڑتا ہے
وہ ناپاک ہے اس کو کبھی خدا کی طرف
راہ نہیں ملتی اور نہ کبھی حکمت اور حق کی
بات اُسکے منہ پر جاری ہوتی ہے'
پس اگر تم چاہتے ہو کہ خدا کی راہ میں تم
پھلیں تو نفس کے جوشوں سے دور رہو
.... بدی کا جواب بدی سے مت دو۔ نہ
قول سے، نہ فعل سے تا خدا تمہاری حمایت
کرے اور چاہیئے کہ درد مندی کے ساتھ
سچائی کو لوگوں کے سامنے پیش کرو۔ نہ

صبح کا ستارہ

نئی دُنیا کا ایک پُرانا ریفارمر

جناب شیخ عبدالقادر۔ لاہور

قرآن کریم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ دو مشرقوں اور دو مغربوں کا رب ہے۔ اس میں اشارہ کر دیا کہ ایک نئی دُنیا بھی موجود ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے نیچے ہے۔ مولانا روم نے اسی حقیقت عظمیٰ کا ذکر اس شعر میں کیا ہے ؎

آفتابا ترک ایں گلشن کنی
تاکہ تحت الارض را روشن کنی

اے آفتاب اس گلشن ہستی کو چھوڑ کر تحت الارض میں ایک دوسری دنیا کو روشن کرنے کے لئے چلا جاتا ہے۔

گویا پرانی دنیا کا مشرق نئی دنیا کا مغرب ہے اور نئی دنیا کا مغرب پرانی دنیا کا مشرق اس طرح دو مشرق ہو گئے اور دو مغرب!

ایک سوال

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ سارے پیغمبر پرانی دنیا میں آئے ہیں نئی دنیا میں کیوں نہ آئے؟ روحانی ربوبیت نئی دنیا تک کیوں محدود رہی۔

عصر حاضر کے انکشافات اثریہ میں اس سوال کا جواب موجود ہے ـــــ علماء اثریات نے ثابت کیا ہے کہ سرزمین امریکہ کے بعض حصے یعنی وسطی امریکہ زمانہ قدیم میں تہذیب و تمدن کے دور سے گزر چکے ہیں مثلاً شمالی اور جنوبی امریکہ کا خطۂ اتصال تین ادوار پر منقسم ہے۔

(۱) ابتدائی تہذیب ـــــ عصر معلوم سے لے کر ۳۷۴ عیسوی تک

(۲) عہد متوسط ـــــ ۳۷۴ سے ۹۷۲ عیسوی تک

(۳) عہد کبیر ـــــ ۹۷۲ سے ۱۰۶۷ عیسوی تک

ان ادوار کے آثار قدیمہ بتاتے ہیں کہ یہاں کے باشندے تہذیب و تمدن سے شناسا رہے ہیں۔ تقریباً ۴ ہزار ٹیلے اپنے دامن میں ہزاروں آثار قدیمہ چھپائے پڑے ہیں جگہ جگہ اہرام سنگی عمارات و معبد اور آبادیوں کے آثار ہیں۔ ہیروگلیفی رسم الخط اعلیٰ درجہ کا تقویم اور اساطیر کا سرمایہ حیران کن ہے۔ علماء اس تہذیب کو مایا تہذیب کا نام دیتے ہیں۔ مایان کلچر کے بلاد و امصار علماء عصر حاضر کے لئے ایک چیلنج ہیں۔ رسم خط ابھی تک پڑھا نہیں گیا۔ پرانی آبادیوں کے اسرار سے کوئی پردہ نہیں اٹھ سکا۔ یہ سب پیوند ان کی لگائی ہوئی ہے

ایک قومی ہیرو

مایائی اساطیر میں ایک قومی ہیرو کا ذکر ہے جو کہ سرزمین مطلع آفتاب سے آیا۔ اس نے وسط امریکہ کو علوم وفنون اور تہذیب و تمدن کے آداب سے آشنا کیا۔ ایک رسم [illegible]۔ اس کی باتوں میں توحید، روحانیت، اخلاق اور انصاف کی خوشبو بسی ہوئی تھی۔ اس نے یہاں عمدہ ایک حکومت قائم کی۔ اور پھر وہ واپس چلا گیا ——— کیوں؟

——— اس کا پتہ نہیں لگ سکا۔ راستہ میں جہاں وہ تھک کر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر قیام کیا۔ وہاں بھی تہذیب کی خوشبو پھیل گئی۔ لوگوں نے اسے دیوتا بنا لیا وہ مانتے تھے کہ اس ریفارمر کا دل "صبح کا ستارا" بن کر درخشندہ ہوتا ہے۔ انہیں یقین تھا کہ کبھی یہ دوبارہ آئے گا۔ مایائی قبائل اس کے لئے آج بھی چشم براہ ہیں جب سولہویں صدی میں اہل سپین یہاں آئے تو سادہ لوح مایائیوں نے سمجھا ہمارے دیوتا کی ذریت آ گئی ہے ——— یورپی تہذیب کے نمائندے اس ریفارمر کے روپ میں کہاں کب آئے تھے؟ انہوں نے پرانی آبادیوں کے ساتھ جو سلوک کیا وہ بتاتا ہے کہ یہ لوگ مایا نشاۃ ثانیہ کے مظہر نہیں تھے۔

اس ریفارمر نے اخلاقیات اور حق و انصاف
کا درس دیا تھا یہاں معاملہ اس کے برعکس تھا

جب مایا قوم کے معبدوں پر صلیب گاڑی گئی۔ ان کی زمینیں چھین لی گئیں تب ان کی آنکھیں کھلیں کہ یہ لوگ ہمارے دیوتا کی اولاد نہیں ——— بلکہ اس کے نام لیوا [illegible]

مایا تہذیب کے خدوخال

ایک جرمن ماہر اثریات نے مایا تہذیب کے خدوخال کو نمایاں کر کے پیش کیا وہ لکھتے ہیں:—

"یورپی آباد کار آئے انہوں نے دیکھا کہ
مایا قوم کے لوگ بڑے مہذب، بااخلاق
قانون کا احترام کرنے والے یہاں تک
کہ ٹریفک کے اصولوں کی پابندی کرنے
والے ہیں۔ یورپی آباد کار یہ بنیادی نقص
کہ وہ اپنی تہذیب کے مختلف طرز زندگی
کو برداشت کرنے کیلئے تیار نہیں تھے"

وہ اتنے تنگ نظر تھے کہ انہیں کسی تہذیب اور اس کی معاشرتی زندگی کے درپے ہو گئے۔ حالانکہ مایا قوم نے کولمبس اور بعد میں آنے والوں سے پورا تعاون کیا انہیں اپنے دیوتا کی اولاد سمجھا اس کا صلہ انہیں جلد یا بدیر مل گیا۔ ایک طرف وسعت قلبی کا مظاہرہ تھا۔ دوسری طرف مذہبی تعصب اور تنگ نظری کار فرما تھی۔ جرمن ماہر اثریات لکھتے ہیں:

بہرحال تہذیب یورپ کے نمائندے
اس مایائی دیوتا کی معنوی اولاد نہ بن
سکے جس نے اخلاقیات اور حق و انصاف
کا درس دیا تھا۔"

(Gods, graves and scholars by C.W. Ceram (1971) P. 415.

بانی کا تعارف

[illegible] کا تعارف [illegible] قوم کی اساطیر [illegible]

میں یوں الفاظ موجود ہیں :-

"ـــــ سرزمین مطلع آفتاب سے ایک دیوتا صفت انسان یہاں آیا اس نے ایک لمبا سفید چغہ پہنا ہوا تھا۔ اس کے سر پر سرخ ریشمی ٹوپی تھی۔ اس نے لوگوں کو دستکاری سکھائی۔ معروف رواج بنائے اور حکیمانہ قوانین کو جاری کیا اس نے ایک بادشاہت قائم کی۔ جس میں غلے کی زرخیز بالیں آدمی جیسی لانبی تھیں۔ اور کپاس کے پودوں پر ملتے ریشمی والے دوڈے پیدا ہونے لگے۔ لیکن کسی نامعلوم وجہ سے اس کو یہ بادشاہت چھوڑنا پڑی۔ اس کے لیے قانون، اپنی تحریریں اور نقشے سمیٹے اور انہی قدموں پر واپس لوٹ گیا اور اسی راستہ سے جس پر کبھی آیا تھا۔ راستے میں چولولہ مقام پر وہ سستانے کے لئے ٹھہر گیا۔ اور وہاں اس نے دوبارہ اپنی تہذیب و حکمت کے موتی بکھیرے اور لوگ ان سے متمتع ہونے لگے۔ یہاں سے وہ اٹھا۔ ساحل سمندر پر آ گیا۔ اب اس نے گریہ زاری شروع کی اور خود کو آگ میں جلا کر قربانی پیش کی۔ اس وقت سے اس کا دل صبح کا ستارہ بن گیا ـــــ"

دوسری صورت انجام کی یہ ہے :-

"ـــــ ساحل سمندر سے وہ اپنے جہاز پر سوار ہو کر اسی سرزمین کی طرف عازم سفر ہوا جہاں سے وہ آیا تھا یعنی سمندر پار چلا گیا ـــــ"

اس اختلاف کے باوصف تمام اساطیر یہی بتاتی ہیں کہ :-

"اس نے اپنی دوبارہ آمد کا وعدہ کیا تھا ـــــ"

علماء یہ بھی بتاتے ہیں کہ اس نے تہذیب اور حق و انصاف کا سبق دیا تھا۔ یہاں انسانی قربانی کا رواج تھا اسے ممنوع قرار دیا۔

یہ رلیفارمر کون تھا؟

قوم مایا کا رلیفارمر کون ہے ـــــ؟ بعض نے کہا کہ وہ مقدس تو ما ہے وہ ہندوستان میں نہیں بلکہ ریڈانڈین میں تبلیغ کے لئے آیا ـــــ ایک نظریہ یہ پیش کیا گیا کہ چھٹی صدی کا کوئی کیتھولک مشنری تھا۔ ـــــ بعض نے کہا کہ ایک گمشدہ تہذیب اٹلانٹس سے مایا کلچر کا کوئی تعلق ہے ـــــ مصر کے قدیم دیوتا توتھ اور مایائی دیوتا میں مشابہت ہے۔ ہیرو گلیفی رسم خط اور اہرام دونوں جگہ ملتے ہیں۔ قدیم مصر میں مانا جاتا تھا کہ توتھ کسی دوسری دنیا سے مصر میں حکمت سکھانے کے لئے آیا تھا۔

مایائی رلیفارمر عجیب بھید سے غائب ہو گیا۔ کیا وہ مصر میں آ گیا؟ یہ اشارہ بھی کر دیا گیا ـــــ غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ لیکن یہ امر ایک سربستہ راز ہے

کہ بانی ریفارمر کون تھا؟ کہاں سے آیا۔ کہاں گیا۔۔۔؟
بہرکیف یہ امر واضح ہے کہ وہ کوئی مصلح تھا۔ جو کہ وسط امریکہ میں مبعوث ہوا۔ اس کے متعلق یہ بھی عقیدہ ہے کہ وہ دوبارہ آئے گا اور اس علاقہ کو بقعۂ نور بنا دے گا کیونکہ اس کا قلب صافی صبح کے ستارہ کی شکل میں متشکل ہے۔

"ولکل قوم ھاد" کی تصدیق اس تحقیق سے ہو رہی ہے۔ صادق و مصدوق سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "آخری زمانہ میں اسلام کا سورج مغرب سے طلوع کرے گا" مذکورہ ریفارمر کی پیشگوئی میں اس انقلاب روحانی کی طرف اشارہ لطیف ہے۔ واللہ اعلم!

ترجمہ: جناب حسن محمد خان عارف

ڈاکٹر پینل قادیان میں

ایک عیسائی مشنری ڈاکٹر ٹی ایل پینل ۱۹۰۲ء میں قادیان آئے تھے۔ اُن کی ایک کتاب "افغانی سرحد کے خونخوار قبائل کے درمیان" (Among the wild tribes of the Afghan Frontier) کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۰۹ء میں Seeley & Co. Ltd. کی طرف سے لندن میں چھپا تھا۔ گزشتہ سال آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کراچی کی طرف سے یہ کتاب پاکستان میں دوبارہ طبع ہوئی ہے۔ اس کتاب کے انیسویں باب میں جس کا عنوان ہے "My life as a Medicant." مصنف نے اپنے قادیان جانے کا ذکر کیا ہے۔ اسی حصے کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے ۔۔۔ قارئین سے یہ امر مخفی نہ رہے کہ یہ اقتباس:

اولاً: ایک سیاح کی حیثیت سے ڈاکٹر پینل کا مشاہدہ ہے جو حقیقت حال کا ترجمان ہے لیکن جو اور جس طرح انہوں نے دیکھا بیان کر دیا۔

ثانیاً: ایک متعصب عیسائی مشنری کی حیثیت سے ان مشاہدات سے بعض غلط نتائج اخذ کیا جو حقیقتاً "بد علمی" ہے۔ اُن کے اس مشاہدہ کا کہ ۔۔۔ "یہ بات بہت افسوسناک معلوم ہوئی کہ عیسائیت کے خلاف ان لوگوں کے جذبات بہت تلخ ہیں" واقعتہً عیسائیت کے خلاف جذبات تلخ تھے یا نہ ۔۔۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ مشنری صاحب نے آخر میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ یقیناً غلط فہمی، تعصب، تنگ نظری اور حقائق کی منہ بولتی تصویر ہیں ۔۔۔ (ایڈیٹر)

ہم تیزی سے چلتے گئے اور جلد ہی ڈیرہ بابا نانک پہنچ گئے جو مشہور گورو نانک کی گدی ہے۔ یہاں ایک مشہور دربار (یعنی گوردوارہ) ہے جس کا کلس دھوپ میں چمک رہا تھا۔ یہاں ہم نے قیام کیا اور چل پڑے اور

راستہ میں بعض دوسرے مقامات سے ہوتے ہوئے قادیان پہنچ گئے۔ یہ جگہ ایک مسلمان مصلح مرزا غلام احمد جو ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے کا صدر مقام ہے۔

مرزا صاحب نے اپنے گرد پُرجوش متبعین کا ایک گروہ اکٹھا کر رکھا ہے مگر بدقسمتی سے ان کی یہ خوبی ان کے اس نامناسب دعویٰ کی بنا پر ختم ہو گئی ہے کہ آپ ہی آنے والے مسیح موعود ہیں اور اسی بناء پر آپ نے معجزانہ قوتوں کا دعویٰ کیا اور غیر مشروط اطاعت کا مطالبہ کرتے ہیں۔

جب ہم روانہ ہوئے تو آسمان پر سیاہ بادل چھائے تھے اور ابھی ہم نے گیارہ میل کا کچا راستہ جو بٹالہ کو قادیان سے ملاتا ہے بمشکل طے کیا تھا کہ ہمیں بارش نے آ لیا اور یہ جھڑی سارا دن لگی رہی۔ مرزا صاحب کے ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر مولوی محمد صادق صاحب نے ہمارا انتہائی پرتپاک استقبال کیا اور ہمیں سکول کے ہی ایک کمرے میں ٹھہرایا گیا۔ مرزا صاحب علیل تھے اس لئے ہمیں نہ مل سکے۔ تھوڑی دیر بعد ہمیں آپ کے نائب میٹی بہاؤ الدین (حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ۔ مترجم) کی خدمت میں لے گئے۔ مولوی صاحب بہت عالم انسان ہیں اور قادیان میں تو وہ سب سے بڑے عالم ہیں اور پنجاب کے ایک شہر بھیرہ کے رہنے والے ہیں اور آپ نے خوب سفر کئے ہیں۔ آپ نوجوانوں اور دوسرے لوگوں کی ایک بڑی جماعت کو مشرقی طرز پر دینیات کا درس دے رہے تھے۔ آپ اس وقت ایک سادہ سی چٹائی پر ایک تکیہ کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے تھے اور طلباء نے آپ کے گرد گھیرا ڈالا ہوا تھا) آپ کے اسی درس کے دوران ہی محترم مولوی صاحب کے لئے اور ہمارے لئے چائے آ گئی۔ آپ اس وقت نماز کے بارہ میں احادیث کا درس دے رہے تھے۔ طلباء باری باری حدیث پڑھتے اور مولوی صاحب بڑے زور سے ان کی تشریح کرتے۔ نیز آپ نماز کی ترتیل کے بارہ میں تقریر فرماتے رہے اور پھر خاص ہماری خاطر آپ نے قرآن اور انجیل کے متن کا موازنہ شروع کر دیا۔ اور اس بات کی وضاحت فرمائی کہ کس طرح حفظِ قرآن کے رواج کی وجہ سے اس کی لفظی حفاظت ہوتی رہی ہے۔

اس تقریر کے پیش نظر محمد صادق نے انجیل کے موجودہ تنقید نگاروں کے بارہ میں تفصیلاً بیان کیا اور آپ نے Encyclopaedia Biblica سے خوب حوالے پیش کئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کتب کا آپ نے گہری نظر سے مطالعہ کیا ہوا ہے۔

اس کے بعد دوپہر کا کھانا آ گیا۔ کھانے کے بعد ہم نواب صاحب مالیر کوٹلہ کے ایک عزیز کے ہاں گئے جو مرزا صاحب کی بیعت میں شامل تھے اور جنہوں نے مرزا صاحب کی خدمت کے لئے اپنا سب کچھ وقف کر رکھا تھا اور اسی گاؤں میں نہایت سادہ زندگی گزار رہے تھے۔ اس کے بعد ہم نے ہائی سکول اور کالج بھی دیکھا۔ اگرچہ یہ عمارات اتنی عمدہ نہیں تھیں مگر انتظام خوب تھا۔ اور طلباء منظم اور تربیت یافتہ تھے۔

اگلی صبح میں نے خصوصیت سے یہ نوٹ کیا کہ جاڑے کی سردی تھی اور بارش بھی ہو رہی تھی لیکن طلباء صبح کی روشنی کی پہلی کرن پر ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور بڑے منظم طریق پر بستروں سے نکل کر صحن میں جمع ہو گئے اور سوئے مسجد روانہ ہوئے جہاں سب لوگ نماز کے لئے جمع تھے۔ نماز کے بعد لوگ تلاوت قرآن میں مصروف ہو گئے اور یہ تلاوت نصف گھنٹہ سے لے کر ایک گھنٹہ تک جاری رہی۔ یہ سب لوگ اس مقصد کی خاطر معقول آمدنیاں چھوڑ کر معمولی تنخواہیں پا

(باقی صفحہ ۲۲ پر)

آرٹ پیپر پر [illegible]

آج سے پون صدی قبل

ایک مشہور انگریز مشنری کی قادیان آمد

تاریخ احمدیت کا ایک ورق

زمانہ گمنامی کی ایک پیشگوئی

اس زمانہ میں، جبکہ قادیان دنیا کی نظروں سے اوجھل تھی ایک گمنام سی بستی تھی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند جلیل سیدنا مہدی معہود علیہ السلام دنیا سے الگ تھلگ، گوشہ خلوت میں جا گزیں تھے۔ بارگاہ رب العزت جل شانہ کی طرف سے مارچ ۱۸۸۲ء میں یہ بشارت دی گئی کہ:

"یاتون من کل فج عمیق"
(براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۲۴۱ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱)

"اس کثرت سے لوگ تیری طرف آئیں گے کہ جن راہوں پر وہ چلیں گے وہ عمیق ہو جائیں گے۔"

قادیان کی طرف رجوع جہاں

اس حیرت انگیز اور بظاہر ناممکن نظر آنے والی پیشگوئی کے مطابق دیکھتے ہی دیکھتے قادیان کا چھوٹا سا گاؤں مرجع خاص و عام بن گیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مقناطیسی کشش اور قوت روحانی سے نہ صرف برصغیر پاک و ہند کے گوشہ گوشہ سے ہر طبقہ، ہر خیال، ہر قوم اور ہر مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے لوگ کھنچے چلے آئے بلکہ بیرونی ممالک کی متعدد شخصیتیں بھی حضور کی زیارت کے اشتیاق میں وارد قادیان ہوئیں۔ چنانچہ طرابلس شام سے علامہ محمد سعید ترکی سے عثمان کاظمی (والئی قونصل ترکی) ایران سے مشہور عالم اور مجتہد المہدی الحکیم بن محمد بن التقی بن محمد جعفر (ایڈیٹر رسالہ "حکمت") آسٹریلیا سے محمد عبد الحق (نومسلم

جناب مولانا دوست محمد شاہد (مؤرخ احمدیت)

"Afghane Frontier" (افغانی سرحد کے خونخوار قبائل کے درمیان)۔

۱۹۱۱ء میں مشہور عیسائی مشنری ڈاکٹر زویمر (Dr. Zwemer) کی صدارت میں لکھنؤ میں مشنری کانفرنس ہوئی جس میں ڈاکٹر پینل نے بھی شرکت کی۔ اس کانفرنس کا اولین مقصد یہ تھا کہ کس طرح مسلمانوں کو مرتد کر کے عیسائی بنایا جائے۔ لکھنؤ سے واپسی پر اس نے ایک مرتد مسلمان کو اپنی زوجیت کے لئے مباسبہ بھجوایا۔ جنوری ۱۹۱۲ء میں کرک کے گرجا گھر کا بنیادی پتھر رکھا اور اس پر بہت خوشیاں منائیں۔ ڈاکٹر موصوف نے اس گرجے سے بڑی امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں مگر تقدیر نے وہ سب خاک میں ملا دیں اور وہ ۲۳ مارچ ۱۹۱۲ء کو اس جہانِ فانی سے کوچ کر گیا۔

(صلیب کے علمبردار صفحہ ۱۹۵ تا ۲۲۱ از پادری برکت اللہ ایم اے فیلو آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی لنڈن۔ ناشر پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی لاہور۔ طبع دوم ۱۹۵۷ء)

ڈاکٹر پینل قادیان میں

ڈاکٹر تھیوڈور پینل کے سفر ہندوستان (۱۹۰۳-۴) کا ذکر اشارۃً اوپر آ چکا ہے۔ ڈاکٹر موصوف ۱۳ دسمبر ۱۹۰۳ء کو بنوں سے روانہ ہوا اور عیسیٰ خیل، شیخ محمود، میانوالی، خوشاب، شاہ پور، بھیرہ، کھیوڑہ، چکوال، جہلم، لالہ موسیٰ، وزیر آباد، ڈسکہ، پسرور، نارووال اور بٹالہ سے ہوتا ہوا ۴ فروری ۱۹۰۴ء کو قادیان پہنچا۔ یہ دور عیسائی مشنوں کے عروج کا تھا جیسا کہ ای۔ ایم۔ ویری [illegible] MA. D.D. [illegible] E. M. [illegible]

"Our Missions in India" (ہندوستان میں ہمارے مشن) کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے

کاسرِ صلیب کے شاگردوں کا جہادِ کبیر

ڈاکٹر پینل جہاں جہاں اپنے سفر کے دوران گیا اسے اپنے باطل اور گمراہ کن عقائد پھیلانے کا کھلا اور وسیع میدان ملا مگر پورے ملک میں قادیان دارالامان واحد بستی تھی جہاں کاسرِ صلیب کے نامور شاگردوں خصوصاً حضرت حکیم الامت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ بھیروی (خلیفہ اوّل) اور حضرت مفتی محمد صادق رضی اللہ عنہ (بانی احمدیہ مسلم مشن امریکہ) نے ان کو اسلام کی پرجوش تبلیغ کی اور عقلی اور نقلی دلائل سے ان پر اتمامِ حجت کر کے انہیں بالکل ساکت، لاجواب اور مبہوت کر دیا اور وہ یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہو گیا کہ عیسائیت کے خلاف ان لوگوں کے جذبات تیز ہیں۔ وہ مانتا تھا کہ اسے ہندوستان بھر میں کہیں بھی ایسا اتفاق نہ ہوا تھا کہ عیسائیت کی ناقص تعلیم اور اسلام کی حقانیت کا موازنہ کسی نے کیا ہو سوائے مسیح پاک کے اصحابؓ کے جنہوں نے عیسائیت کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا اور حقیقی اسلام پیش کیا۔

ڈاکٹر پینل سے بار بار اصرار کیا گیا کہ وہ کچھ دن ٹھہرے مگر وہ ایک مختصر قیام کے بعد گورداسپور کی راہ سے سیدھا گوراوہ[1] روانہ ہو گیا۔ جہاں مسلمانوں کا ایک گاؤں گوراوہ ترکِ اسلام کر کے عیسائیت اختیار کر چکا تھا اور ایک چرچ مشنری چوہدری کی نگرانی میں کام کر رہا تھا۔

("Our Missions" P. 217)

---

[1] GORAWAH.

جب ڈاکٹر صاحب مختلف مقامات میں مختلف بزرگوں کو دیکھنے کے واسطے نکلے ہیں تو یہ مقام سب سے زیادہ اس امر کا مستحق ہے کہ یہاں زیادہ ٹھیریں کیونکہ یہاں پر ڈاکٹر کیا اور اس کے ظاہری نتائج کیا ہیں جگہ ایک ایسا سلسلہ اور ایک ایسا فرقہ مذہب موجود ہے کہ جو اپنا عظیم الشان نشان ہے اس کا مقابلہ اس وقت تمام دنیا میں موجود نہیں لیکن چونکہ ڈاکٹر صاحب پہلے سے ٹھان چکے تھے کہ ایک دن سے زیادہ نہ ٹھیریں گے اس لئے وہ اپنے پروگرام کو نہ بدل سکے اور بسبب اس کے کہ حضرت اقدس کی طبیعت علیل تھی ملاقات کئے بغیر ہی ڈاکٹر صاحب دوسری صبح کو واپس چلے گئے تاہم اس تھوڑے سے عرصہ میں ڈاکٹر صاحب نے اس پاک سلسلہ کے حالات کے متعلق نہایت انہماک سے بہت کچھ سنا اور دیکھا۔ چنانچہ ہم ذیل میں مختصر وہ چند باتیں تحریر کرتے ہیں جو حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کے ساتھ ہوئیں بعد ازاں اور مفتی محمد صادق صاحب کی زبانی ڈاکٹر صاحب نے سنیں۔ ڈاکٹر صاحب ان سب باتوں کو خاموشی کے ساتھ سنتے رہے اور محو ہو کر تعلیم پاتے تھے اور ہاں ہاں کرتے رہتے تھے۔

حضرت مولانا نورالدین کی بابرکات مجلس

ڈاکٹر صاحب کے تھوڑی دیر کے پہنچنے کے ساتھ ہی مفتی صاحب ان کو حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کی نشست گاہ میں لے گئے جہاں ڈاکٹر صاحب کی استدعا کے مطابق درس حدیث جو طلباء کا جاری تھا شروع ہوا۔ شروع میں پہلے حضرت مولانا موصوف نے اس بات پر چند کلمات فرمائے کہ احادیث میں راویوں کے نام ذکر کرنا اور درجہ بدرجہ ایک روایت کو نہایت تحقیق اور تدقیق کے ساتھ اصل متکلم تک پہنچانا یہ ایک طریق صرف اسلامی کتب میں پایا جاتا ہے اور اس کے بالمقابل دوسرے تمام مذاہب کی روایات خواہ ان کا راوی اصل متکلم سے کتنے ہی بعد ہوا ہو بغیر کسی سند کے یونہی ذکر کر دی جاتی ہیں جس سے ان کی صداقت پر بہت کچھ شبہ پڑتا ہے پھر احادیث میں طلباء نے یہ ذکر پڑھا کہ ہر رکعت میں قرآن شریف کا کچھ حصہ ضرور پڑھنا چاہیئے۔ اس پر حضرت مولانا موصوف نے فرمایا کہ یہ اس واسطے ہے کہ قرآن شریف اصل زبان اور عبارت میں محفوظ رہے چنانچہ اس وقت سے قرآن شریف کی پوری حفاظت سینہ بسینہ ہوتی ہے۔ قرآن شریف کے اصل ہونے میں کوئی شبہ ایسا پڑ نہیں سکتا۔ جیسا کہ انجیل اور توریت کی عبارتیں بہت سی شکوک و شبہات کے نیچے دب گئی ہیں۔ بلکہ اکثر محقق عیسائیوں کے نزدیک ان کا بہت سا حصہ جعلی اور ان بزرگوں کا نہیں جن کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور اصل زبان انجیل کی تو بالکل دنیا سے مفقود ہی ہو گئی ہے۔ اس سبق میں طلباء نے کئی جگہ پڑھا کہ اس مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سورت پڑھی اور اس مقام پر وہ سورت پڑھی اس پر حضرت مولانا موصوف نے بیان فرمایا کہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن شریف کی آیات اور سورتوں کی ترتیب سب اسی مقدس رسول کے زمانہ سے چلی آتی ہے اور یہ بالکل غلط ہے کہ بعد میں

کسی نے آیات اور سورتوں کی ترتیب وغیرہ کی ہے۔

ایسا ہی ایک حدیث شریف میں پڑھا گیا کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں تشریف لانے میں کسی ضروری دینی کام کی وجہ سے دیر ہو گئی تو اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین اس خوف سے کہ نماز کا وقت تنگ ہو جاتا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آگے کھڑا کر کے نماز شروع کر دی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ گئے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور آگے کھڑے ہو کر جماعت کرائی۔ پھر حضرت مولانا موصوف نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خوش ہونا اور ہنسنا اسی واسطے تھا کہ آپ نے اس جماعت میں اس یگانگت اور وحدت اسلامی کو پورا ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا جس کے واسطے آپ مبعوث ہوئے تھے۔ قوم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اقوام عرب کی رسومات کے برخلاف اپنا امام بنا کر اس بات کو ثابت کر دیا کہ آنحضرت کے اتقاء یا کمی کی تاثیر سے انہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کر کے اقسام کے شیطان کو کچل دیا تھا۔ اور اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بزرگ وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے۔ اس حکم قرآنی پر پورا پورا عمل کیا۔ دراصل سچی کامیابی اپنے مقاصد میں جیسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی ایسی کسی نبی کو نہ ملی۔ کیونکہ اول تو آپ نے اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ یعنی میں نے تمہارا دین کامل کر دیا۔ کی صدا دنیائے علیم و خبیر سے سن کر اپنے مدعا کے انتہا کو پا لیا اور یہی تعلیم کی طرح آپ کو یہ نہیں کہنا پڑا کہ ابھی میں نے بہت سی باتیں کہنی ہیں مگر تم برداشت نہیں کر سکتے (انجیل)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں پورا جاں نثار اور فرمانبردار دیکھ لیا جیسا کہ آپ کا جی چاہتا اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء تھا یعنی ہر طرح سے کامیاب اور فتحیاب ہو کر اور اپنا کام پورا کر کے آپ اس دنیا سے رخصت ہوئے تھے۔ ایسی ہی کئی ایک باتیں ہوئیں جن سے ثبوت حقانیت اسلام اور بطلان مذاہب غیر فی زمانہ ہوتا تھا اور مشنری صاحب ان باتوں کو چپ چاپ سنتے اور عموماً ہاں ہاں کرتے رہے۔"

حضرت مفتی صاحب رضی اللہ عنہ کی تبلیغ اسلام

حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ کی بابرکت اور علمی مجلس سے استفادہ کے بعد ڈاکٹر پینل نے حضرت مفتی محمد صادق رضی اللہ عنہ صاحب سے انگلینڈ کے پگٹ اور امریکہ کے ڈوئی کی نسبت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان پیشگوئیوں کی تفصیلات دریافت کیں جو صداقت اسلام کے نشان کے طور پر عیسائیت پر حجت تمام کرنے کے لئے کی گئی تھیں اور چند سال بعد حیرت انگیز طریق پر پوری ہو گئیں۔

حضرت مفتی محمد صادق رضی اللہ عنہ نے جو اس زمانہ میں مدرسہ کے فرائض ادا کرنے کے علاوہ عیسائیوں کو پیغام اسلام پہنچانے میں سرگرم عمل تھے اور مغرب کے غیر مسلم مفکرین سے باقاعدہ تبلیغی خط و کتابت کرتے رہتے تھے اس وفد کو ان پیشگوئیوں کے پس منظر، ضرورت اور نتائج سے آگاہ کیا اور ضمناً اسلام اور عیسائیت کی تبلیغی جنگ کے بعض

اہم گوشے بے نقاب کئے۔ نیز بائیبل، یہودی اور عیسائی لٹریچر کے لئے نیز انسائیکلوپیڈیا ببلیکا سے بوجود انجیل اور عیسائیت سے متعلق ایسے ایسے انکشافات کئے کہ ڈاکٹر پینیلی ان کی معلومات پر دنگ رہ گئے۔ اسی گفتگو کے دوران آپ نے ڈاکٹر پینیلی کو بالخصوص اس بنیادی نکتہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہ :—

"اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیشہ اسی قسم کے آدمی خدا کی طرف سے پیدا ہوتے رہتے ہیں جو اسلام کی صداقت کے ثبوت کے لئے دنیا کو معجزات و خوارق عادت دکھلاتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اس زمانہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اسی قسم کا ایک آدمی پیدا کیا ہے اور وہ پاک انسان حضرت مرزا غلام احمد صاحب ہیں اور ان کا دعویٰ ہے کہ اگر حق کی تلاش والا چلہ کرے...... کم از کم چالیس روز تک یہاں ٹھہرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو کوئی نشان دکھلائے گا...... چنانچہ آپ بھی چاہیں تو مشاہدہ کر سکتے ہیں۔"

(الحکم ۔ ۱۷ جنوری ۱۹۰۴ء)

سفر قادیان کے گہرے تاثرات

اسی طرح ڈاکٹر پینیلی پر اسلام کی حقانیت سورج کی طرح روشن ہو گئی۔ یہی نہیں اس نے اپنی زندگی میں پگٹ کی ذلت آمیز ناکامی، گمنامی اور ڈوئی کی شرمناک موت اور اس کے مشن کی بربادی کی آسمانی خبریں پوری ہوتے دیکھیں مگر افسوس وہ قبولِ اسلام کی سعادت سے محروم رہے۔ نصیب ہوا۔ تاہم وہ قادیان کے اس تاریخی سفر کی یاد زندگی کے آخری سانس تک فراموش نہ کر سکا اور قادیان کی اسلامی سرگرمیوں سے عمر بھر متاثر رہا اور اس کا اس نے کئی بار برملا اظہار کیا۔

"سفرنامہ ابن السبیل" میں ذکر

چنانچہ "سفرنامہ ابن السبیل" میں اپنے تاثرات درج ذیل الفاظ میں قلمبند کئے :—

"...... بٹالہ سے ہم لوگ قادیان کی طرف روانہ ہوئے تاکہ وہاں پہنچ کر مرزا غلام احمد کے درشن بھی کریں۔ ابھی ہم روانہ نہ ہونے پائے تھے کہ چاروں طرف کالی کالی گھٹائیں چھا گئیں۔ بارش سے محفوظ رہنے کے لئے ہم نے بہت تیزی کے ساتھ اپنے سائیکلوں کو چلایا اور جب ہم قادیان کے نزدیک پہنچ گئے تو بارش شروع ہو گئی اور پھر سارے دن نہایت زور شور سے برستا رہا۔

آج کل تین اشخاص نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے چنانچہ مسٹر پگٹ نے ولایت میں یہ دھوم مچا رکھی ہے کہ "آنے والا مسیح میں ہوں!" امریکہ میں مسٹر ڈوئی نے اپنے تئیں الیاہ ثابت کیا ہے اور ادھر مرزا غلام احمد نے اپنے آپ کو مسیح موعود ثابت کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ ان تینوں شخصوں نے اپنے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ ان تینوں شخصوں

[illegible]

"سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے"

جناب ڈاکٹر پرویز پروازی۔ ایم اے پی ایچ ڈی۔ اوساکا (جاپان)

حقِ ہمسائیگی

پہلے پہل آئے تو ہماری بیگم کو ہمسائے کی بیگمات سے ملاقات کا شوق چرایا۔ فارسی صاحب سے پوچھا۔ معلوم ہوا اٹھارہ برس سے رنڈوے ہیں اس کے بعد شادی نہیں کی۔ اولاد کوئی نہیں۔ تنہا ہیں۔ ـــ "جورو نہ جاتا اللہ میاں سے ناتا" خوب پکاتے ہیں۔ خوب کھاتے ہیں۔ گٹار کہئے ستار کہئے ہر کمرہ میں پیانو موجود ہے۔ موسیقی سے شغف ہے صاحب ذوق ہیں ـــــ بہت اچھے ہمسائے ہیں۔ خلیق، ملنسار، ہمدرد، ہم نے انہیں دعوت پہ بلایا۔ تشریف لائے تو ہاتھ میں خوبصورت پھولوں کا گملہ اٹھائے تشریف لائے۔ کہ انہیں کمرہ میں رکھئے گا۔ باہر دھوپ میں رکھا جائے گا ـــــ پھولوں سے انہیں خوب محبت ہے۔ گھر کے باغیچہ میں قسما قسم کے پھول اگا رکھے ہیں۔ ہمارے بچوں نے ہاکی کھیل کھیل کر باغیچہ کا حلیہ بگاڑ دیا۔ فارسی صاحب خاموشی سے دیکھتے رہے۔ ایک روز باہر سے آئے تو لیٹر بکس میں ایک پرچہ پڑا تھا۔ لکھا تھا: ـــــ

"پیارے بچو! میری سیڑھیوں کے پاس
تمہارے لئے ایک ناچیز سا تحفہ پڑا ہوا
ہے قبول کرو ـــــ اے الف"

دیکھا تو نفیس بیڈمنٹن سیٹ تھا۔ اشارہ یہ تھا کہ ہاکی نہ کھیلو۔ لان کی صورت بگڑ گئی ہے۔ بچوں نے بہت پسند کیا۔ بیڈمنٹن کھیلنے لگے۔

ایک روز کیا دیکھا۔ فارسی صاحب کدال اٹھائے گھر کے پیچھے والا لان صاف کر رہے ہیں۔ فرمایا۔ "میں نے سوچا آپ کے بچوں کے لئے ہاکی کا میدان تیار کر دوں"۔ بچے بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ میدان تیار ہو گیا۔ کچھ دیر بچوں کو شوق رہا۔ جب سکول میں جانے لگے تو بیڈمنٹن رہا نہ ہاکی۔

رہے نام اللہ کا ـــــ !

پاکستانی پلاؤ اور کوریا کی "کم چی"

گھر میں پلاؤ پکا ہوا تھا۔ بیگم نے کہا فارسی صاحب کو بھی چکھائیں۔ چنانچہ چکھایا اور معذرت کی کہ اس میں ہم نے جان بوجھ کر مصالحے کم ڈالے ہیں شاید آپ کے لئے مضر ہوں

فرمایا۔ "میں تو چینی اور مصالحہ دار چیزیں پسند کرتا ہوں۔"

کچھ دنوں بعد حضرت نے کوریا کی "کم چی" یعنی چٹنی مرحمت فرمائی۔ ساتھ ہی پرچے پر چینی حروف میں سرخ پنسل سے لکھا ہوا تھا۔ "احتیاط۔ بہت مرچیں ہیں۔"

ہم نے سوچا۔ ہم پاکستانی ہیں۔ آخر کوریا والے کتنی مرچیں کھاتے ہوں گے؟ چکھی تو تالو جل گیا۔ الامان والحفیظ! مرچوں کے معاملہ میں یہ کوریا والے تو ہم سے میلوں آگے ہیں۔ غم

"وہ ہم سے بھی زیادہ کشتۂ تیغِ ستم نکلے"

پروفیسر چن سے عرض کی کہ ہماری بیگم آپ کی بیگم سے ملنا چاہتی ہیں۔ فرمایا۔ "وہ چینی کے علاوہ اور کسی زبان کا ایک لفظ بھی نہیں جانتیں۔ لہٰذا ملاقات بے کار ہے ——"

شراب کا ٹرک

ذکر فارسی صاحب کا تھا۔ ایک روز صبح سویرے باہر کی گھنٹی بج گئی تو دیکھا باہر ٹرک کھڑا ہے اور ایک اجنبی سے بزرگ ہیں۔ کہنے لگے۔ "وہ آپ کا مال ہے کہاں اتار دوں؟"

"کون سا مال؟ ہم نے تو کچھ نہیں منگایا"

"حد ہو گئی۔ ہر مہینے تو آپ منگاتے ہیں اور ٹرک بھر کر منگاتے ہیں۔"

"بھئی ہم نے نہیں منگایا —— مگر یہ ہے کیا بلا؟"

"شراب ہے اور کیا ہے؟"

ہم گھبرا گئے —— فارسی صاحب کا دروازہ جا کھٹکھٹایا اور کہا۔ "آپ کا مال آ گیا ہے۔"

ٹرک کا ٹرک اتار لیا۔ فارسی صاحب فرمانے لگے۔ "میں اکٹھی خرید لیتا ہوں۔ بار بار کی زحمت سے بچنے کے لئے —— اب تفتیش زنی کے لئے جینا ہو گا۔ یعنی معافی چاہتا ہوں کہ اسی ٹرک والے نے آپ کو پریشان کیا۔ کوئی نیا آدمی معلوم ہوتا ہے۔"

جاپانی سکہ

اور کل ایک اور خوشگوار سا لطیفہ ہوا۔ بینک کا خط ملا لکھا تھا۔ "آپ کے اکاؤنٹ میں اب پانچ ملین ین جمع ہو گئے ہیں ہم آپ کے شکر گزار ہیں"

ہم نے حیرت سے دیکھا —— "پانچ ملین" لکھ پتی تو ہم تھے ہی ین کے حساب سے ملینیئر بھی مگر نا کہ ین کہاں سے آ گئے۔ معلوم ہوا یہ خط بھی فارسی صاحب کا تھا اور ہرکارہ غلطی سے ہمارے لیٹر بکس میں ڈال گیا تھا۔

"ین ——" خوب سکہ ہے۔ ہمارے روپے میں تین سو ین ہوتے ہیں یعنی ہماری پائی پیسوں کا ایک ین بنتا ہے۔ جاپان والے اسی سکہ میں حساب کتاب رکھتے ہیں۔ اسی لئے ہر شخص ہزاروں میں تنخواہ لیتا ہے یا لاکھوں میں۔ پہلی جب اوساکا یونیورسٹی آف فارن سٹڈیز کی طرف سے خط ملا کہ آپ کو ۲½ لاکھ ین تنخواہ دی جائے گی تو ہم سکتہ میں آ گئے تھے۔ آہستہ آہستہ یہ سکتہ کم ہوتا گیا اور اب یہ حال ہے کہ کوئی چیز سو ین سے کم کی نہیں ملتی۔ سوائے ماچس کے جو دس ین کی ہے مگر ہوٹلوں سے مفت ملتی ہے۔ بشرطیکہ آپ وہاں چائے پئیں اور چائے کی پیالی کی قیمت دو سو ین یعنی تقریباً چھ روپے چھ آنے ہے۔

ٹیکسیوں کا بیان

شروع شروع میں ہر چیز کی قیمت کو روپوں میں گنتے

تھے تو ہاتھوں کے طوطے اڑ جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ ین میں حساب کرنے لگے تو گھبراہٹ کم ہو گئی۔ چیزوں کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں کیونکہ جاپان کے پاس سوائے کارخانوں کے اور کوئی چیز نہیں ہے۔ کاریں یہ لوگ بناتے ہیں لوہا امریکہ سے آتا ہے۔ بجلی کا سامان ایک سے ایک اعلیٰ بناتے ہیں مگر میٹریل باہر سے آتا ہے۔ حتّٰی کہ گوشت بھی آسٹریلیا سے آتا ہے۔ کچھ قیمتوں کا بیان ہو جائے تو شاید آپ خیال کر سکیں۔ (روپے ہیں) :—

گوشت:

مرغی کا گوشت	۱۵۰/ روپے کلو
بکرے کا گوشت	۲۲۵/- ،، ،،
گائے کا گوشت	۲۰۰/- ،، ،،
اور سؤر کا گوشت	آخر سؤر ہے نا تقریباً ۲۰۰/ روپے کلو
مچھلی	۱۵۰/ روپے کی ایک۔ تقریباً ½ [illegible] کی
جھینگا مچھلی	بہت سستی
کیکڑا	بہت مہنگا

سبزیاں:

آلو	دس روپے کلو
گوبھی	دس روپے کلو
بینگن	بیس روپے کلو۔ مگر گن کر بیچے جاتے ہیں
مٹر	تین روپے کے چھٹانک بھر
مولی	تقریباً تین روپے کی ایک۔ گن کر بکتی ہے
ادرک	بہت سستا یعنی بہت ہی سستا
ٹماٹر	تقریباً چار روپے کا ایک عدد

پھل:

کیلا	تقریباً ایک روپے کا ایک۔ تول کر بیچتے ہیں
سنگترہ	،، بارہ آنے کا ایک ،، ،، ،،
سیب معمولی	۲½ روپے/تین روپے کا ایک
سیب اچھا	۵ سے ۶/ روپے کا ایک
سیب اعلیٰ	قیمت بھی اعلیٰ و علیٰ ہذا القیاس!
پپیتا	پاکستانی قیمت کے برابر تقریباً یعنی سستا
انناس	کافی سستا۔ تقریباً چھ روپے کا ایک
تربوز	پچاس روپے کا ایک
خربوزہ	پچیس روپے کا ایک
ناشپاتی	بیس روپے کی ایک
انگور	رہنے دیجیے! گچھے ہیں۔ تقریباً ۲۰/- روپے کا گچھا

دیگر اشیائے خورد و نوش

آٹا	:	تقریباً ۲۰۰ روپے من
چاول موٹے	:	دس روپے سیر
،، زیادہ موٹے	:	پندرہ روپے سیر
اور ،، بہت ہی موٹے	:	بیس روپے سیر

چاول یہاں کی خاص پیداوار ہے۔ لہٰذا عام ہے اور سستا عام لوگوں کی غذا بھی یہی ہے۔ چاول اور مچھلی۔

دالیں : شرفاء یہاں نہیں کھاتے

ملتی ہر چیز ہے صرف قیمت کا فرق ہے

بجلی کا سامان:

چھوٹا ہیٹر	تقریباً تیس روپے
دوسرا ہیٹر	سو روپے سے تیس ہزار روپے تک

سلسلہ:

ہیٹی کے تیل کا ہیٹر	چار سو سے بیس ہزار تک
گیس ہیٹر	ایضاً ایضاً
واشنگ مشین	چار سو سے ہزار روپے تک

گیس اور بجلی کا ہیٹر نہ بیچئے گا کیونکہ بجلی بہت مہنگی ہے اور گیس اس سے بھی مہنگی۔ ابھی اس مہینہ ہی ہمارا گیس کا بل تیس ہزار چھ سو ین کا آیا ہے یعنی کوئی ایک ہزار روپے

موٹر کاریں:

بیس سال پرانی موٹر کار ۔	تقریباً سائیکل کے برابر قیمت
دس سال "	موٹر سائیکل کی قیمت کے برابر
نئی کار ـــــ	نئی کار کے برابر

جو موٹریں اور بجلی کا سامان باہر بھیجا جاتا ہے اس پر حکومت کی طرف سے ٹیکس کم ہوتا ہے لہٰذا یہاں سے سستی ملتی ہیں۔ مختلف ملکوں میں جا کر مہنگی ہو جاتی ہیں ٹیوٹا کا نیا ماڈل ہم نے کل جو دیکھا ہے تقریباً چھتیس ہزار روپے کا ہے۔

جاپان میں سب سے مہنگی چیز مکان ہے ـــ مکان کا کرایہ ـــــ توبہ توبہ ـــــ غالب والا مضمون ہے کہ ؎

"ہم نے یہ مانا کہ دلّی میں رہیں کھائیں گے کیا؟"

بڑے بڑے شہروں میں تو شرفاء کا رہنا دشوار ہے۔ غریب دور دور بستے ہیں اور تیز رفتار گاڑیوں سے اپنے اپنے کام پر پہنچ جاتے ہیں جس شخص کے پاس ایک کمرہ کا مکان بھی ہے وہ غنی ہے ـــــ ہمیں تو یہ مکان یونیورسٹی نے دے رکھا ہے اس لئے چین کی بنسری بجاتے ہیں ورنہ کرایہ دینا پڑتا تو اس وقت یہ سفرنامہ نہ لکھ رہے ہوتے واپس پاکستان آ گئے ہوتے۔

کچھ چیزیں سستی بھی ہیں مثلاً سکول، بچوں کے سکول میں پڑھائی لازمی اور مفت ہے۔ دوپہر کا کھانا بھی کھلاتے ہیں اور اس کی کراچی میں یعنی معمولی سی قیمت وصول کرتے ہیں مثلاً ۲۰ یا ۳۰ روپے ماہانہ۔

کم سے کم اُجرت دو ہزار روپیہ ماہانہ ہے اس سے کم کسی کو نہیں ملتے یعنی کام کرنے والے۔ اس سفرنامہ سے اور منہ کا ذائقہ بدلنے کے لئے آپ کو سیر جاپان لئے چلتا ہوں:ـــــ

سیر و تفریح

ڈاکٹر احمد دین صاحب اوکایاما (OKAYAMA)

سے آئے ہوئے تھے اور ہم انہیں اوساکا کی سیر کرانے پھر رہے تھے کہ یکایک سامنے ایک سردار جی نظر آئے۔ ہم نے آنکھیں مَل کر دوبارہ دیکھا۔ واقعی سردار جی تھے۔ ڈاکٹر احمد یہ صاحب نے ٹھیٹھ پنجابی میں انہیں مخاطب کیا:

"سردار جی کی حال اے؟"

سردار جی نے انگریزی فرمایا:۔

"مجھے پنجابی نہیں آتی ـــــ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

ہم بہت بور ہوئے۔ اور اس بوریت کو دور کرنے کے لئے ان سے جھک کر سلام کیا اور اجازت چاہی کہ یہ ہمارے کام کے نہیں۔ سردار جی نے ٹھیٹھ دربار صاحب کی پنجابی میں فرمایا:۔

"لیس! کوئی سوہرگل بات تے سناؤ ـــــ!"

ہم نے لقمہ دیا:۔

"آپ کو تو پنجابی نہیں آتی ـــــ؟"

ایک عظیم الشان سردارانہ قہقہہ ارشاد فرمایا اور بولے:ـــ

"آپاں تے ایویں ای کہہ رہے ساں!"

آپ نے بتایا کہ عرصہ ساٹھ سال سے ان کے آباؤ اجداد یہاں مقیم ہیں اور تجارت کرتے ہیں۔ آپ یہیں پیدا ہوئے۔ پلے بڑھے اور پھر باہر کے ملک یعنی ہندوستان میں اعلیٰ تعلیم کے لئے تشریف لے گئے اور اب ماشاء اللہ خود اچھے تاجر ہیں۔ ہمیں یقین نہیں آیا۔ لگتا تھا "ایویں ای کہہ رہے نیں!"

پاکستانی خاندان

یہ سردار جی شاید بارش کا پہلا قطرہ ثابت ہوئے کیونکہ اس کے بعد بہت سے سرداروں سے ملاقات ہوئی۔ پاکستانی تو صرف ایک یا دو خاندان ہیں۔ ہماری ملاقات صرف ایک خاندان سے ہوئی یعنی عدنان صاحب سے ـــــ عدنان صاحب کا پتہ ربوہ کے ایک مہربان نے دیا تھا۔ ہم نے یہاں پہنچتے ہی ایک خط ان کے پتہ پر لکھ دیا کہ ہم پاکستان سے آئے ہیں اور آپ سے ملنے کے مشتاق ـــــ چار روز بعد ان کے سیکرٹری کا خط آیا کہ "عدنان صاحب تو ایران اور پاکستان کے دورہ پر گئے ہوئے ہیں البتہ ٹیلیفون نمبر بھیج رہا ہوں۔ اس پر ان کی بیگم سے بات کر لیں ـــــ!" ہم نے ان کے گھر ٹیلیفون کیا تو خالص جاپانی زبان میں جواب آیا۔ ہم نے انگریزی میں اپنا تعارف کروایا تو مسز عدنان اردو پر اتر آئیں ـــــ بہت خوشی ہوئی ـــــ چند دن بعد ہی ہم کو لے ان کے گھر چلے گئے۔ وہی پنجاب کی روایتی مہمان نوازی ـــــ بے تکلفی اور خلوص: ؎

"بہت جی خوش ہوا حالیؔ سے مل کر
ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں"

اس کے بعد تو یہ حال ہے کہ ہمیں کوئی دقت ہو ہم انہیں فون کر دیتے ہیں اور مناسب راہنمائی بھی مل جاتی ہے۔ اور اپنی زبان بولنے اور سمجھنے والے مستزاد۔

کچھ دنوں بعد عدنان صاحب دورہ سے لوٹے تو خود ہمیں ٹیلیفون کیا۔ میل ملاقات بڑھی تو معلوم ہوا خلوص اور محبت میں جاپانیوں سے بھی چار ہاتھ آگے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ!!

احمد آبادی جوڑا

ایک روز کتابوں کی ایک دکان میں ایک داڑھی پوش خاتون نظر آئیں۔ ہم نے رک کر انہیں غور سے دیکھا وہ بھی رک گئیں اور ہمیں دیکھنے لگیں ــــ تعارف پر معلوم ہوا کہ ہندوستان کے شہر احمد آباد کی ہیں میاں بیوی دونوں یہاں کام کرتے ہیں اور جاپانی سیکھتے ہیں۔

ایک بار پھر ان سے ملاقات ہوئی۔ ان کے میاں ہمیں دیکھ کر ٹھٹک گئے اور ہم انہیں دیکھ کر ــــ دونوں کی داڑھیاں ایک جیسی تھیں! باگوچی صاحب کہنے لگے

"مسلمان معلوم ہوتا ہے۔"

ہم نے کہا۔ "اس کی صورت سے تو ایسا نہیں پایا جاتا۔"

کہنے لگے ــــ "کیوں؟"

ہم نے عرض کیا کہ "احمد آباد کے مسلمانوں کا ناک نقشہ اور ہوتا ہے ــــ!"

کہنے لگے ــــ "کیسے؟"

ہم نے بتایا کہ ــــ "ہندوستان میں احمد آباد ایسی جگہ ہے جہاں ۱۹۴۷ء سے لے کر اب تک ہندو مسلم فساد بہت ہوتے رہے ہیں اور روز روز کے فسادات نے مسلمانوں کا حلیہ بگاڑ دیا ہے ــــ"

باگوچی صاحب ہنسے اور فرمایا ــــ

"یہ دلیل تو ہمارے حق میں جاتی ہے ــــ یہ حضرات شاید اسی لئے ہندوستان سے بھاگ کر جاپان آگئے ہیں۔"

اور ہم خاموش ہو گئے۔ کیونکہ دلیل خاصی معقول تھی ــــ۔

(باقی آئندہ)

ہم انعام پیش کرتے ہیں

مطالعہ کے دوران آپ کسی خبر، واقعہ یا اقتباسِ تحریر سے چونک جاتے ہیں۔ یا بے اختیار آپ کے چہرے پر مسکراہٹ آ جاتی ہے۔ یا آپ کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یا آپ کا دل بے حد متاثر ہوتا ہے۔ آپ وہ تحریر نکال کر حوالہ کے ساتھ ہمیں بھجوا دیں۔ بہترین تحریر پر قیادت حیدرآباد کی طرف سے دس روپے نقد یا ایک سال کے لئے "خالد" یا "تشحیذ الاذہان" آپ کے نام جاری کر دیا جائے گا۔ اقتباسات بھجوانے کی کوئی تاریخ متعین نہیں۔ ضرور بھجوائیے شاید انعام کے حقدار آپ ہی ہوں ــــ۔ (ایڈیٹر)

○

شفقت کا نظارہ

نامہ نگار خصوصی کے قلم سے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوۂ حسنہ یہ ہے کہ آپ اپنے ماننے والوں سے نہایت محبت کرتے تھے۔ اُن کے ساتھ مل جل کر رہتے تھے۔ ان کی تقریبات میں خوشی سے حصہ لیتے تھے۔

احادیث نبویہ سے ثابت ہے کہ جب کبھی صحابہ کرامؓ باہم ورزشی یا جنگی فنون کے مقابلے کرتے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسب موقعہ اس میں شمولیت فرماتے۔ ایک دفعہ حضورؐ نے تیراندازی کی مشق کرنے والے دو گروہوں میں سے ایک میں شامل ہو کر فرمایا۔ اب تیراندازی کریں۔ صحابہؓ کے مقابل کے گروہ نے اپنی کمانیں نیچی کر لیں اور نہایت ہی محبوبانہ لہجہ میں عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! ہم آپ کے مقابلہ پر کس طرح تیراندازی کر سکتے ہیں ـــــ؟" آپ پھر ایک طرف تشریف لے گئے اور دونوں گروہ جوش کی تیراندازی کی مشق ملاحظہ فرماتے رہے۔ بچوں اور نوجوانوں کی مجلسوں میں بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت بے تکلف نظر آتے ہیں اور آپ کا انداز گفتگو نہایت پیارا ہے۔ یہی حقیقی روحانی محبت تھی جو آپ کے دل سے پھوٹ پھوٹ کر آپ کے ارد گرد پھیلتی جاتی تھی اور سب لوگ اسی محبت سے سرشار ہوتے تھے گھوڑ سواری تو حضورؐ کو بہت ہی پسند تھی۔ اس کے مقابلہ کیلئے آپ خود ترغیب دیا کرتے تھے اور عملی طور پر حصہ لیتے تھے۔ غرض نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی آپ کے اپنے اتباع کے درمیان خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے نہایت غیر متکلف زندگی تھی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان مبارک سے کہلوایا۔ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ۔

خلفائے امت پر نظر ڈالی جائے تو ہر جگہ سنت نبوی کی ایک جھلک نظر آتی ہے۔ کہیں کم کہیں زیادہ۔ اولیاء و خلفاء کی زندگی بتاتی ہے کہ امت کے اولیاء اور علماء ربانیین کے ساتھ ایک محبت کی زنجیر میں منسلک ہیں اور ان کی زندگی اپنے ساتھیوں کے درمیان ایک بے تکلفی کی زندگی ہے۔ سلسلہ احمدیہ کا قیام بھی اسوۂ رسولؐ کو قائم کرنے کے لئے ہوا ہے۔ اس لئے یہاں بھی وہ محبت اور باہمی بے تکلفی علیٰ قدر مراتب نظر آتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جس طرح اپنے پیارے اصحاب کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے اور جس طرح ان کے ساتھ بے تکلفی کا سلوک فرماتے رہے وہ اسلام کے دور اول کی یاد تازہ کرتی رہتی ہے۔ جماعت احمدیہ کے خلفاء اور دوسرے نیک لوگ بھی اپنے اپنے ظرف کے مطابق اسی رنگ میں زندگی دکھائی دیتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اس دور میں اس کی ایک مثال ہیں۔ بیرونی ممالک کے بچوں سے حضور کی بے تکلفانہ شفقت کے بعض واقعات حیطۂ تحریر میں آچکے ہیں اور جو لوگ ملاقات کے وقت بچوں کو حضور کی خدمت میں پیش کرتے ہیں انہیں بھی اس کا تجربہ ہے۔ جماعت کے احمدی نوجوانوں کی دلداری اور ان کے ساتھ بے تکلفی سے مزاح کی کیفیت بسا اوقات پیدا ہو جاتی ہے۔

چند روز قبل مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کی طرف سے صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی معرفت حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں درخواست پیش کی گئی کہ حضور ربوہ کے چند مستعد خدام کو شرف ملاقات بخشیں اور ان کے ساتھ تصویر اتروائیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت یہ درخواست منظور فرمائی۔ ۱۴ اپریل کو مقررہ وقت پر تمام خدام قصر خلافت میں پہنچ گئے۔ حضور تشریف لائے اور اپنے خدام کے ساتھ تصویر اتروائی (جو ٹائیٹل پیج ۳ پر پیش کی جا رہی ہے) تصویر کے بعد حضور نے دریافت فرمایا کہ "تم میں سے کون کون کلائی پکڑنا جانتا ہے؟" مکرم خواجہ عبدالمومن صاحب (نائب مہتمم مقامی) آگے بڑھے۔ حضور نے تمام خدام کو ایک دائرہ میں بیٹھنے کا اشارہ فرمایا اور میاں عبدالمنان صاحب کو فرمایا کہ "آپ خواجہ صاحب سے مقابلہ کریں۔" یہ مقابلہ خوب رہا۔ حضور نے دلچسپی سے یہ مقابلہ ملاحظہ فرمایا۔ مقابلے کے اختتام پر حضور نے اپنی اچکن اتاری اور فرمایا۔ "اب مجھ سے باری باری مقابلہ کرو!" چنانچہ مکرم خواجہ عبدالمومن صاحب اور میاں عبدالمنان صاحب کو حضور کے ساتھ کلائی پکڑنے کا خصوصی شرف حاصل ہوا۔ اس موقع پر ہمارے فوٹوگرافر جناب محمد اسمٰعیل اختر (اختر سٹوڈیو ربوہ) نے نہایت مستعدی سے بعض فوٹو اتارے۔ (حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کی اجازت سے ان تصاویر میں سے دو ٹائیٹل پیج ۲ پر پیش کی جا رہی ہیں) مقابلہ کے بعد حضور نے تمام خدام کو محبت بھرا "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہا اور اندر تشریف لے گئے۔

ٹائیٹل پیج ۳ پر جن خدام نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ تصویر کھنچوائی ان کے اسماء حسب ذیل ہیں:-

<u>کرسیوں پر (دائیں سے بائیں)</u> منصور احمد قمر (نائب ناظم عمومی) منصور احمد منیب (ایڈیشنل ناظم عمومی) خواجہ عبدالمومن (نائب مہتمم مقامی) محمد شفیق قیصر (مہتمم مقامی) نسیم مہدی (ناظم عمومی) نصیر احمد

<u>فرش پر بیٹھے ہوئے:</u> محمد مبشر، شمیر احمد، اعجاز احمد باجوہ۔ الیاس احمد بشی۔ نصیر احمد باجوہ۔ نصیر احمد عابد۔ لقمان احمد۔ سید نسیم احمد۔ میدانسد احمد۔ مبارک احمد حیدلنگی۔

<u>پہلی قطار کھڑے ہوئے:</u> منور احمد منور۔ محمد اسداللہ۔ منیر الدین۔ ظفر عباس۔ لیاقت احمد۔ نفیس احمد۔ محمد اکرم۔ عبدالباسط بدیم۔ میاں عبدالمنان۔ منصور احمد عاصت۔ ساہر احمد۔ بشارت احمد۔ مسعود الحسن ثقفی۔ <u>(دوسری قطار)</u> محمد اسحاق۔ نصیر احمد عارف۔ منظور احمد۔ عرفان قادر باجوہ۔ انور پاشا۔ حافظ محمود احمد۔ منور احمد مجوکہ۔ شیخ منیر احمد۔ نعیم الرحمان۔ ہادی علی۔ حافظ سبحان احمد۔ منیر احمد۔ مبارک احمد

وادیٔ کاغان کی سیر

ملک کے قابل دید مقامات کی سیر و سیاحت سے متعلق ایک سلسلہ مضامین شروع کیا جا رہا ہے۔ یہ دلچسپ اور معلوماتی مضمون اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ امید ہے کہ قارئین کرام یہ سلسلہ پسند فرمائینگے

ایڈیٹر

رہا ہوں معتکف کوہ و دشت و ویرانہ

جناب ل۔ح ملک۔ ہری پور ہزارہ

شوقِ سیر و سیاحت

سیر کا شوق بچپن سے تھا۔ گاؤں سے سکول تک روزانہ چھ سات میل پیدل چلنے کی مشق تھی۔ کالج آکر معلوم ہوا کہ تفریح کی غرض سے پیدل چلنے کو ھائیکنگ HIKING کہتے ہیں۔ فوراً ہائیکنگ کلب کا ممبر بنا۔ کالج کے پرنسپل محترم چوہدری محمد علی صاحب کی شفقت اور حوصلہ افزائی سے یہ شوق مزید بڑھا۔ ان کی رہنمائی میں سوات اور کاغان کی سیر کی۔ یہ علاقہ اس قدر پسند آیا کہ دعا شروع کر دی کہ تعلیم کے بعد ملازمت ملے تو اسی علاقہ میں تا کہ سیر و سیاحت کے فطرتی جذبہ کی تسکین کا سامان ہو سکے۔ خوبیٔ قسمت، ملازمت کا آغاز ایبٹ آباد سے ہوا۔ کچھ عرصہ بعد ہری پور چلا آیا اور اب تک یہیں ہوں۔ اس دوران ایک بار مشرقی پاکستان کی سیاحت کی، دو دو مرتبہ سوات اور پانچ مرتبہ کاغان جانے کا موقعہ ملا اور ہر بار زیادہ سفر پیدل کیا۔

ہر شے پہ نظر ڈال

عام طور پر جو لوگ سیر کے لئے آتے ہیں وہ ان علاقوں سے انصاف نہیں کرتے۔ جو کچھ وہ دیکھتے ہیں اور جس طرح دیکھتے ہیں .... وہ تصویروں اور فلموں میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

جیپ سے ناران پہنچے۔ سیف الملوک جھیل دیکھی۔ خوش ہوئے اور واپس چل دیئے۔ گویا ع

ٹک دیکھو یا دل شاد کیا خوش کام ہوئے اور چل نکلے
بھلا یہ بھی کوئی سیر ہوئی؟ اپنے فطرتی حسن پر بجا طور پر نازاں وادی کاغان بھی ایسے لوگوں پر اپنے حسین و دلکش مناظر نچھاور نہیں کرتی اور محجوب ہو کر رہ جاتی ہے۔ حق یہ ہے کہ جو لطف پیدل چل کر نواحی وادیوں میں گھومنے، ڈھلوانوں پر پھسلنے اور بلند و بالا چوٹیوں سے مناظرِ قدرت کا مشاہدہ کر کے لطف اٹھانے میں ہے وہ آندھی کی طرح آئے اور بگولے کی طرح چل دیئے میں کہاں؟

خدام الاحمدیہ کے فرائض بجا لانے کے سلسلہ میں یہ شوق بہت مفید ثابت ہوا۔ جن بھائیوں کے ساتھ ایک بار ان وادیوں کا سفر کرنے کا موقع ملا ان سے گہرے مراسم پیدا ہو گئے اور مجلسی امور میں وہ دوست بہت اچھے مددگار ثابت ہوئے۔

ہائیکنگ، ایک ورزش

کہتے ہیں کہ اگلے زمانے میں شاہی طبیب بادشاہ کو سال میں ایک دفعہ مسہل دیا کرتے تھے جس سے سارا سال ان کا نظام ہضم درست رہتا۔ میرے نزدیک سال میں ایک دفعہ ہفتے عشرے کا ہائیکنگ ٹرپ ایک ورزشی مسہل ہے۔ اس سے سارے اعضاء کی ورزش ہوتی ہے۔ انسان کی صلاحیتیں اور استعدادیں بڑھتی ہیں۔ قوتِ برداشت کا اندازہ ہوتا ہے اور اس طرح بلند حوصلگی اور عزم و ہمت پیدا ہوتی ہے۔ کامیاب اور عجیب سفر ایک سہانی یاد بن کر ذہنی تفریح کا باعث بنتا رہتا ہے۔ یہ تصور چند لمحوں کے لئے خوبصورت وادیوں اور حسین مناظر کی شاداب دنیا آباد کر دیتا ہے اور بیٹھے بٹھائے ہم اس سیر کا بار بار لطف اٹھاتے ہیں۔

ایسے سفروں کے دوران عام طور پر عبادت کا جس قدر موقعہ ملتا ہے عام حالات میں میسر نہیں آتا۔ طبیعت میں یکسوئی ہوتی ہے اور وقت بافراط ہوتا ہے۔ میں نے انہی قسم کے سفروں کے دوران بارہا یہ لذت پائی ہے فالحمد للہ!

بجاوہ لا پیکیائی

خدام الاحمدیہ ضلع ہزارہ نے جولائی ۱۹۷۵ء میں وادی کاغان میں ہائیکنگ اور کیمپنگ کا آٹھ روزہ پروگرام بنایا۔ بہت سے خدام نے شمولیت کی خواہش کی۔ انہیں

مطلوبہ سامان کی فہرست اور مختلف مقامات پر قیام کا تاریخ وار پروگرام بھجوایا گیا تا کہ جو خدام آٹھ دن کے لئے نہ جا سکیں وہ بشرطِ فرصت جتنے دنوں کیلئے چاہیں شمولیت کر سکیں۔ اس پروگرام میں ہم نے چاندنی راتوں کا خیال رکھنا چاہا تھا مگر اس خدشہ سے کہ وسط جولائی سے کاغان میں بارشیں شروع ہو جاتی ہیں مجبوراً ہمیں ۵ر جولائی سے ۱۲ر جولائی تک کا ہفتہ منتخب کرنا پڑا۔

۵ر جولائی کی شام بالاکوٹ میں اکٹھے ہونے پر پتہ چلا کہ صرف چار دوست پہنچے ہیں۔ خاکسار کے علاوہ مرزا عبد اللطیف صاحب، رشید احمد صاحب اور ملک ارشاد اللہ صاحب۔ چونکہ مرزا صاحب موصوف کی صحت پیدل سیر کے قابل نہ تھی نیز وہ ہائیکنگ سے زیادہ کیمپنگ کے شوقین تھے اس لئے کیمپنگ بھی پروگرام میں رکھی گئی تھی اور اس کا چارج مرزا صاحب کے سپرد تھا چونکہ وہ اکیلے انتظام نہیں کر سکتے تھے اس لئے بشیر احمد صاحب کو ان کی مدد کے لئے رکنا پڑا۔ اس طرح دو ممبر کیمپنگ ٹیم میں شامل کر لئے گئے۔ باقی تین اراکین پر مشتمل ہائیکنگ ٹیم کی تشکیل تو ہو ہی چکی تھی۔

بالاکوٹ

چونکہ خیمہ کا انتظام ہر ایک مرکزی مقامات کے لئے ہی ممکن تھا اس لئے رہائش کے لئے ہم نے یوتھ ہوسٹل کی ممبر شپ بھی لے لی تھی۔ بالاکوٹ میں پہلی شام ہمیں خیمہ لگانے کے لئے وقت نہ ملا تھا۔ یوتھ ہوسٹل گئے تو معلوم ہوا کہ وہاں لاہور کے کسی کالج کی طالبات ٹھہری ہوئی ہیں ناچار اڈے سے ملحق ہائی سکول میں رہائش کے لئے کوشش کی۔ یہاں مرزا صاحب کا محکمہ تعلیم سے تعلق کام آیا اور ہمیں کمرہ مل گیا۔

دریائے کنہار کے نغمے

بالاکوٹ (بلندی ۳,۲۰۰ فٹ) جسے وادی کاغان کا دروازہ کہا جاتا ہے واقعی اس نام کا مستحق ہے آپ اس دروازے سے گزرے بغیر کاغان وادی میں داخل نہیں ہو سکتے سوائے اس کے کہ آپ بتی گلی یا شہید پانی کے چور دروازے سے جائیں۔ یہاں پہنچتے پہنچتے دریائے کنہار کی سرکش لہریں پتھروں اور چٹانوں سے سر پھوڑ پھوڑ کر کافی حد تک تھک چکی ہوتی ہیں مگر اتنا دم خم ابھی ان میں باقی ہوتا ہے کہ اہالیانِ بالاکوٹ کو ایک سریلی لوری دیتی چلی گزریں۔ کنہار کے ان سریلے نغموں سے میرے کان پہلی دفعہ ۱۹۶۱ء میں آشنا ہوئے اور اس کے بعد جب بھی وہاں جانے کا موقعہ ملا۔ میں نے ان نغموں سے لطف اٹھانے کی کوشش کی لیکن یہ نغمے مجھے ہمیشہ اداس کرتے رہے۔ کنہار کے کنارے محوِ آرام روحانیت کے ایک شہزادے کی داستانِ جہد جہاد اور بالاکوٹ کے باسیوں کی طرف سے سرد مہری کا سلوک میرے ذہن سے کبھی محو نہ ہو سکا۔

شہیدِ بالاکوٹ

جب میں سید احمد شہیدؒ کے مزار والی چار دیواری کا دروازہ کھول رہا تھا تو شام کا دھندلکا چھا رہا تھا اور نواحی پہاڑیوں سے اذانوں کی صدائے بازگشت آ رہی تھی

مزار کا ماحول بے حد اداس تھا اور مجھے بار بار یہ خیال آ رہا تھا کہ ہمارے اس محسن کے مشن سے نہ اس کی زندگی میں وفا کی گئی نہ اس کی شہادت کے بعد۔

آپ جب کبھی بالاکوٹ آئیں تو کم از کم ایک رات کے لئے ضرور یہاں رکیں۔ مزار سید احمد شہیدؒ کے قریب لکڑی کے پل پر کھڑے ہو کر رات کے وقت سنے ہوئے کنہار کے نغمے آپ کو زندگی بھر شہید بالاکوٹ کی یاد دلاتے رہیں گے۔

بالاکوٹ ہائی سکول کے کمرے میں ہماری رات خوب گزری۔ گرم کپڑے اور بستر ضرورت سے زیادہ تھے۔ مرزا صاحب نے ایک لحاف کا لفافہ سا بنا کر اسے سلیپنگ بیگ کا کام دے دیا تھا۔ ہمیں ان کی اس جدت پر رشک آیا۔ بشیر احمد صاحب کے پاس بستر نہیں تھا کیونکہ وہ بالاکوٹ سے واپسی کا ارادہ لے آئے تھے۔ ہم سب نے ایک ایک چیز ان کو دی تو ان کا بستر بھی پورا ہو گیا۔

صبح اٹھ کر ناشتہ تیار کرنے لگے تو ایک مقامی دوست محمد سلیم خان صاحب ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ انہوں نے ناشتہ اپنے ہاں سے منگوانے کی خواہش ظاہر کی مگر ہم اپنے انتظامات سے مطمئن تھے اس لئے انہیں بھی ناشتے کی دعوت دے ڈالی۔ تیل کے چولہے کو جلانے کی کوشش کی گئی۔ وہ کئی سال سے "فارغ الاگ" رہا تھا اس لئے چلنے کی طرف مائل نہ ہوا۔ خیر ہم نے پرائمس کا آٹا ایک طرف کر کے ناشتے کے دوسرے "ریڈی میڈ" لوازمات تھیلوں سے نکالے اور چائے کا ذکر بھی گول کر جانا چاہا تو سلیم خان صاحب نے قریبی ہوٹل سے ہمارے لئے چائے منگوالی۔ ہم دل ہی دل میں چولہے کی اس شرافت پر کھول رہے تھے۔ بشیر احمد صاحب نے سلیم خان صاحب سے بستر کے لئے کمبل منگوانے چاہے مگر وقت کی کمی کے باعث انتظام نہ ہو سکا۔

بالاکوٹ سے پارس

۶ جولائی کی صبح ہم بالاکوٹ سے بس کے ذریعہ پارس روانہ ہوئے۔ بالاکوٹ میں ہی سڑک نئے پل کے ذریعے کنہار کو عبور کرتی ہوئی دریا کے بائیں کنارے پر آ جاتی ہے اور پھر سارے سفر کے دوران اسی کنارے پر رہتی ہے۔ کنہار راستے میں سڑک کے ساتھ خوب آنکھ مچولی کھیلتا جاتا ہے۔ سانپ کی طرح بل کھاتے ہوئے اسی شور بیدریا کا ساتھ دینا کچھ آسان کام نہیں۔

کہیں کہیں تو کنہار کا کوئی زرخیز معاون نالہ اتنی لمبی چوڑی وادی بناتا ہے کہ میلوں تک سڑک اس نالے کے کنارے کسی مناسب مقام سے عبور کرنے کے لئے چل پڑتی ہے اور یہ سلسلہ اتنا لمبا ہو جاتا ہے کہ سیاحوں کو بسا اوقات یہ اندازہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ ہم کنہار کے کنارے جا رہے ہیں یا اس کے کسی بیٹے یا پوتے کو عبور کرنے کے لئے چکر کاٹ رہے ہیں۔

بالاکوٹ سے پندرہ میل کے فاصلے پر پہلا قابل ذکر مقام کوائی (KAWAI) (بلندی ۵۰۰۰ فٹ) ہے۔ یہاں سے ایک سڑک دائیں طرف مڑ کر اوپر چڑھتی ہوئی شوگران (SHOGRAN) (بلندی ۷۵۰۰ فٹ) کے مشہور خوبصورت مقام تک جاتی ہے۔ یہاں سے گزرتے ہوئے مجھے محترم میر محمود احمد صاحب ناصر کی راہنمائی میں چند سال قبل برادرم محترم کریم اللہ صاحب ظاہر اور جامعہ احمدیہ کی ہائیکنگ ٹیم کے ہمراہ ماکڑا (MAKRA) کی چوٹی (بلندی ۱۲۰۰۰ فٹ) سر کرنے کی مہم یاد آ گئی۔ کوائی سے اس چوٹی کا فاصلہ کوئی سولہ میل ہوگا اور کوائی سے اونچائی سوا آٹھ ہزار فٹ۔ مجھے یاد ہے کہ صبح ساڑھے پانچ بجے چل کر بارہ ایک بجے دوپہر چوٹی پر پہنچے تھے۔ اور ایک گھنٹہ آرام کے بعد واپس چل پڑے۔ واپسی پر چکروں اور سر درد کے مارے برا حال ہوا تھا۔ گرتے پڑتے جب آٹھ بجے شام واپس کوائی پہنچے تو اتنی ہمت بھی باقی نہیں تھی کہ روٹی کے لقمے بھی چبا سکتے۔ وہ تو شکر ہے کہ جامعہ والوں نے اس شام ہمارے لئے پلاؤ کا انتظام کیا ہوا تھا ورنہ تکان کے سامنے بھوک کی کچھ اہمیت نہ تھی۔ اسی روز جامعہ کے بعض طلباء اور ان کے اساتذہ کی ہمت اور جفاکشی پر مسرت بھرا تعجب ہوا تھا۔

کوائی سے پانچ میل پر پارس (۴۶۰۰ فٹ) آ گیا۔ یہاں سے ہم ہائیکنگ ٹیم کے اراکین بس سے اتر گئے اور کیمپنگ ٹیم کو خدا حافظ کہا۔ انہوں نے کاغان پہنچ کر اپنا خیمہ نصب کرنا تھا۔ پروگرام یہ طے ہوا کہ اگلے روز شام ہم شران (SHRAN) سے کاغان پہنچ کر انہیں ملیں گے۔ ہمارے پروگرام کی مزید تفصیلات کچھ یوں تھیں کہ پارس سے پیدل چل کر ۱۲ میل کے فاصلہ پر شران (۸۰۰۰ فٹ) میں قیام کریں گے اور اگلے روز ۲۸ میل چلنے کے بعد کاغان پہنچ کر کیمپنگ ٹیم کی مہمان نوازی سے لطف اٹھائیں گے۔

پارس سے شران

پارس میں اس پنجرہ نما بس سے رہائی پا کر ہم نے الحمدللہ کہا اور پیدل سفر کے لئے اپنی پیٹھوں پر تھیلے باندھ لئے۔ لکڑی کے ایک پل سے کنہار کو عبور کرتے ہوئے ہم نے اللہ تعالیٰ سے اس سفر کے دوران خیر و عافیت اور راہنمائی کی دعا کی۔ سورج ہماری پشت پر اور ایک لمبی ڈھلوان پر بل کھاتی ہوئی سڑک ہمارے سامنے تھی جو دور اوپر چوٹی تک رینگتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ الشَّرَفُ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ وَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى كُلِّ حَالٍ [1] پکارتے ہوئے ہم نے چڑھائی شروع کر دی۔ گرمی اور پیاس سے ہم بار بار رکے اور پانی کی

---

[1] اے اللہ تیرے لئے ہی بڑائی ہے اور تیرے لئے ہی تعریف ہے۔

بوتلیں خالی کیں پھر سڑک کا سفر کچھ زیادہ دلچسپ بھی
نہ تھا۔ جو کبھی دائیں جا رہی تھی تو کبھی بائیں۔ کچھ دور
جاکر ہم نے سڑک سے معذرت کی اور اندازے سے ایک
مختصر راستہ (شارٹ کٹ) اختیار کر لیا۔ یہ راستہ شارٹ
تھا یا نہیں۔ معلوم نہ ہوسکا البتہ اس کی برکت سے ہم جلد
ہی ایک باغ میں سے گزر رہے تھے ٹہنیوں سے لٹکتے
ہوئے سیب اور آلوبخارے ہمیں دعوت قیام و طعام
دے رہے تھے۔ ایسے میں ایڈوانس کرنا ممکن نہ تھا۔ قریب
ہی چند مکان نظر آئے۔ رشید صاحب کو معاملہ طے کرنے
بھیجا تو تھوڑی دیر میں ہمیں بھی بلاوا آگیا۔ ایک مکان کے
صحن میں درختوں سے پکے ہوئے پھل اتارے جا رہے تھے
خوب سیر ہو کر کھائے۔ رشید صاحب اور ارشاد صاحب نے
یہ خیال کر کے کہ "پیسے خرچ نہیں"۔ جیبیں بھی بھر لیں۔ ہم
نے شکریہ ادا کیا اور پھلوں کی قیمت ادا کرنی چاہی مگر انہوں
نے بڑے اصرار سے انکار کر دیا بلکہ چائے کے لئے ٹھہرانا چاہا۔
ہم ان کی مروّت سے متاثر ہوئے اور بچوں کو چند تحفے
دے کر اجازت چاہی۔

کچھ دور جاکر راستہ گم ہو گیا اور ہمیں بار بار ایک
کھیت سے دوسرے کھیت میں راستہ تلاش کرنا پڑا۔ چند
کسان ملے جو مکئی کے کھیتوں میں "گوڈی" کر رہے تھے
ان سے راستے اور قریبی چشمے کا پوچھا۔ دوپہر کے قریب
ہماری چڑھائی مکمل ہوئی اور ہم ایک بار پھر سڑک پر پہنچ
گئے۔ آٹھ سال قبل جب مکرم عبدالسلام صاحب اور
دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ ہم یہاں پہنچے تھے تو ہمارے
ایک ساتھی مختار احمد صاحب اس چڑھائی سے اس قدر
حواس باختہ ہو گئے تھے کہ انہوں نے یہاں پہنچتے ہی
اپنا تھیلا نیچے پھینکا اور ایک بڑا سا پتھر لے کر اسے
کوٹنے لگے اور ساتھ کہہ رہے تھے کہ کم بخت چائے
کا ڈبہ سارا راستہ میری پیٹھ پر چبھتا آیا ہے۔ ان کا تھیلا
کھول کر دیکھا تو یہ چبھنے والی مخلوق چائے کا ڈبہ نہیں
ان کا بڑا سا آئینہ تھا جو وہ شیو کے لئے ہمراہ لائے
تھے۔ خیر کچھ وزن تو کم ہوا!

اب اترائی شروع ہوئی اور سڑک جنگل میں سے
گزرنے لگی۔ ہوا کے ٹھنڈے جھونکوں نے ہمیں فوراً سویٹر
نکالنے اور سر ڈھکنے پر مجبور کر دیا۔ لنچ کا وقت بھی ہو چکا
تھا۔ بے اختیار ہم سڑک کے کنارے پھیلی ہوئی گھاس پر گر
گئے۔ لنچ خوب لذیذ رہا اور بالاکوٹ سے بھری ہوئی تھرماس
نے ہماری چائے کو گرم رکھ کر ہمیں بہت ممنون کیا (باقی آئندہ)

سید سجاد احمد

دوستو!

ہر اک سمت تھی تیرگی دوستو
بڑی سرخ آندھی اُٹھی دوستو

بہت دیر تک کچھ نہ آیا نظر
ہر اک راہ تھی اجنبی دوستو

حریفوں نے کرنی ہی تھی دشمنی
کسی نے بھی کی نہ کمی دوستو

ہمارا ہی دل ہے ہمیں جانتے ہیں
ہے کتنی کٹھن زندگی دوستو

کہیں کس طرح سے ترازو ہوئی
جگر میں زباں کی انی دوستو

بڑے حوصلے سے گزاری یہ شب
شکایت کسی سے نہ کی دوستو

کہاں سے چلے تھے کہاں آ گئے ہیں
کہاں لے گئی دوستی دوستو

طلوعِ سحر کے ہیں آثار پیدا
شبِ غم بھی آخر کٹی دوستو

بظاہر تو کوئی بھی صورت نہ تھی
نباہی مگر دوستی دوستو

فروزاں ہے شمعِ محبت دلوں میں
دکھائیں گے ہم روشنی دوستو

خجل ہو کے کیا دیکھتے ہو ہمیں
تمہارے ہیں ہم آج بھی دوستو

جناب محمد صدیق امرتسری

مَن کا غُلام

نفس کا جو غلام رہتا ہے
زندگی میں وہ خام رہتا ہے

ایسے انساں کو زندگی میں فقط
عیش و عشرت سے کام رہتا ہے

لہو و لعب و نشاطِ دنیا ہی
شغل اُس کا مدام رہتا ہے

بھوت حرص و ہوا کا اُس پہ سوار
رات دن، صبح و شام رہتا ہے

الغرض ہر گھڑی وہ بدقسمت
اپنے مَن کا غلام رہتا ہے

لَو خدا سے لگانے والوں کا
دین و دنیا میں نام رہتا ہے

حمد و تسبیحِ حق، درود و سلام
اُن کا شغل دوام رہتا ہے

اہلِ صدق و صفا کی محفل میں
ذکرِ خیر اُن کا عام رہتا ہے

مئے عرفاں جسے میسّر ہو
وہ سدا شاد کام رہتا ہے

٥

56685

آپ کی اپنی دکان

الیکٹرونک کنسرن

امپورٹرز سٹاکسٹس :

وولٹیج ریگولیٹر جملہ اقسام ★ ریڈیو ★ پروجیکشن بلب
فوٹو بلب ★ مرکوری بلب ★ ٹیپ ★ الیکٹرک فین

ڈیلر حضرات کے لئے خاص رعائت

الیکٹرونک کنسرن
47 ہال روڈ لاہور

VW REPAIRS

- HIGHLY TRAINED VW ENGINEERS AND MECHANICS
- MODERATE CHARGES
- GUARANTEED SERVICE
- FOR YOUR CONVENIENCE SUNDAY OPEN—FRIDAY CLOSED.

MINI MOTORS

54-B, GULBERG II, LAHORE
Phone : 81442

شیزان
گھر بھر کی خوشی
اور صحت کا
ضامن ہے
Shezan
شیزان
انٹرنیشنل لمیٹڈ
بند روڈ لاہور

پیاز

ایک مفید، مقوّی اور صحت بخش معاون غذا

جناب نصر اللہ خان ناصر [illegible] صاحب

موجودہ دور کی درآمدی اور برآمدی پالیسیوں کی وجہ سے بعض اوقات آسانی سے میسر آنے والی عام اشیاء کی قدر و قیمت میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ غرباء اور متوسط طبقہ کے استعمال میں آنے والی غذائیں بھی حکومتوں کی زرمبادلہ کی قربان گاہ کی نذر ہوتی ہیں۔ پیاز ایک نہایت مفید، صحت بخش اور سستی خوراک ہے جو ایک معاون غذا کے طور پر ہمارے ہاں بکثرت استعمال ہوتی ہے اور ہماری ۸۰ فیصد دیہاتی آبادی کی غذا کا اہم جزو ہے۔

پیاز کی قدر و قیمت کا اندازہ اس وقت ہوا جب .... سے بیرونی ممالک میں برآمد کیا گیا اور شاید یہ ہماری ناشکری کا نتیجہ ہوگا کیونکہ اس سے ایک سال قبل بعض شہروں میں پیاز کی گلی سڑی بہت بڑی مقدار گڑھوں میں دفن کر دی گئی اور یوں اس سے نجات حاصل کی گئی۔ جب پیاز برآمد ہونا شروع ہوئی تو ملک کے اندر پیاز کی قلت پیدا ہو گئی اور بعض منافع پرستوں نے اپنے بڑے بڑے سٹوروں میں بند کر دیا اور یوں پیاز کو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں اور عوام کے لئے ایک نایاب شے بن کر رہ گئی۔ ایک روز یہ خوشخبری سُنی کہ بازار میں پیاز دستیاب ہے اور بعض کو یہ بھی کہتے سنا کہ راشن ڈپو والے دیں گے۔ خیر بازار گئے تو ہم پیاز لینے مگر پیاز کی نسبت سیب سستا تھا۔ ہم نے پیاز کی بجائے سیب خریدا اور ایک عرصہ تک پیاز کی بجائے سیب کا استعمال جاری رہا۔ انہی ایام میں ایک دوکاندار نے سیب اور پیاز دونوں کی قیمت ایک جیسی دیکھ کر (غالباً احتیاطاً) دونوں اشیاء کو ملا دیا تھا یعنی جو چیز بھی کوئی لے خسارہ نہ ہوگا۔

کہاوت مشہور ہے کہ اگر کوئی شخص روزانہ ایک سیب کھائے تو اسے ڈاکٹر کے پاس جانے کی ضرورت نہیں مگر سیب کے ساتھ پیاز کا استعمال اور بھی زیادہ مفید ہے اور کوئی شخص ایک سیب کے ساتھ ساتھ روزانہ ایک پیاز بھی استعمال کرتا رہا تو پہلی کہاوت میں یوں ترمیم ہو سکتی ہے کہ جہاں لوگ روزانہ ایک سیب اور ایک پیاز کھائیں گے ڈاکٹر اس علاقہ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔

پیاز کو عربی میں بصل، سندھی میں کاندا، پنجابی میں گنڈھا یا وصل اور انگریزی میں آنین (ONION) کہتے ہیں۔ یہ جنگلی اور بستانی دو قسم کا ہوتا ہے۔ بستانی کھانے کے کام آتا ہے مگر دوا کے طور پر بھی مستعمل ہے۔ بستانی پیاز سرخ اور زرد رنگ کا ہوتا ہے۔ سفید رنگ کا پیاز سب سے بہتر خیال کیا جاتا ہے۔ اس کا ذائقہ تند و تیز ہوتا ہے اور بُو خاص قسم کی ہوتی ہے۔

پیاز کی خصوصیات

پیاز میں فولاد کافی مقدار میں ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کئی دھاتوں کے اجزا ہوتے ہیں۔ حیاتین بھی وافر مقدار میں ہوتے ہیں۔ پیاز کی بُو ناگوار ضرور ہوتی ہے مگر اس کے فرحت بخش ہونے سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اگر پیاز سرکے کے ساتھ استعمال کیا جائے تو بُو بھی ختم ہو جاتی ہے۔

پیاز کا کیمیائی تجزیہ کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ اس میں اجزائے لحمیہ (پروٹینز) ۱٫۶ فی صد کاربوہائیڈریٹس ۹٫۹ فیصد ہوتے ہیں۔ معدنی اجزا میں پیاز کیلشیم، میگنیشیم، سوڈیم، سلفر اور فاسفورس کا حامل ہے۔ اطبا کے نزدیک پیاز تیسرے درجے میں گرم خشک ہوتا ہے۔

پیاز کا استعمال

پیاز کاٹ کر پودینہ، سلاد اور ٹماٹر کے ساتھ کھانے سے معدے پر خوشگوار اثر پڑتا ہے۔ پیاز کے لچھے سرکے میں ڈال کر کھانے کے ساتھ کھائے جاتے ہیں۔ یہ ہاضم اور مقوی معدہ ہوتے ہیں۔ سرخ رنگ کے چھوٹے پیاز کا مزاج گرم ہوتا ہے۔ سفید رنگ کا بڑا پیاز معتدل، میٹھا اور خوشبودار ہوتا ہے۔ اسپین کا پیاز بہترین قسم کا تسلیم کیا گیا ہے۔ بڑا سرخ اور گرم ہوتا ہے۔ امریکہ کا پیاز اسپین کے پیاز کے مقابلے میں چھوٹا اور معتدل ہوتا ہے۔

پیاز بطور دوا اور ٹانک

پیاز منی اور ہاضمہ کی خرابی دور کرتا ہے۔ قدیم و جدید اطبا اسے مقوی تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک سیر پیاز کے پانی کو دو سیر شہد خالص میں پکا کر قوام بنایا جاتا ہے۔ اس قوام کو روزانہ دو تولے کی مقدار میں استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ مرکب بہت مقوی ثابت ہوا ہے۔ پیاز کوٹ کر سونگھنے سے درد سر کو فائدہ پہنچتا ہے۔ سرخ پیاز کا پانی آنکھوں میں ڈالنے سے جالا کٹ جاتا ہے اور ناخونہ کو بھی فائدہ ہوتا ہے۔

"تاریخ احمدیت کا ایک ورق" - صفحہ ۲۶ سے آگے

چنانچہ مرزا صاحب کے دلدادگان میں سے کوئی شخص ان کے سامنے پوشاک وغیرہ نذر کرتا ہے تو مرزا صاحب بغیر کسی قسم کے خیال کے کہ وہ اچھا ہے یا برا اسے استعمال میں لے آتے ہیں۔ ایک دن مرزا صاحب کا ایک مرید ان کے پاس انگریزی جوتی کا ایک جوڑا لایا۔ لیکن مرزا صاحب دائیں اور بائیں کے بوٹ میں تمیز نہ کر سکے۔ یہ دیکھ کر ان کے ایک مرید نے دائیں پاؤں کے بوٹ پر ایک سیاہی کا نشان لگا دیا اور جب تک وہ نشان رہا مرزا صاحب کو بھی کچھ تکلیف نہ ہوئی لیکن جب سیاہی کا نشان جاتا رہا تو مرزا صاحب پھر اسی الجھن میں جا پڑے اور آخر کار پہننا بالکل ترک کر دیا کہ ہمیں مناسب نہیں کہ اپنا سارا وقت اپنی امر کے سوچنے میں خرچ کریں کہ پاؤں میں کونسی جوتی پہنی ہوئی ہے۔

مرزا صاحب کے مریدوں میں سادگی کی مشہور و معروف مثال ریاست مالیر کوٹلہ کے نواب میں موجود ہے کہ جنہوں نے اپنی ریاست کے انتظام اور عیش و عشرت کو لات مار کر ایک چھوٹے سے مکان میں رہنا اور دل و جان سے مرزا صاحب کی خدمت کرنا پسند کیا ہے۔ ایسے تعلیم یافتہ لیکن سادہ مزاج نواب سے میری ملاقات ہونا میرے لئے قادیان کی ایک اعلیٰ ترین یادگار ہے۔

قادیان میں تین مطبع ہیں۔ ایک میں تو ریویو آف ریلیجنز بزبان انگریزی ایک ماہوار رسالہ چھپتا ہے اور باقی دو میں الحکم اور البدر دو اردو زبان کے ہفتہ وار اخبار شائع ہوتے ہیں۔ ایک جگہ ایک ہائی سکول بھی ہے جس میں ۲۰۰ مسلمان طلباء تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ سکول کے ساتھ ہی بورڈنگ ہاؤس بھی ہے جس میں تقریباً ساٹھ طلباء جو دیگر مقامات سے بغرض تعلیم آئے ہیں۔ رہتے ہیں۔ اسی سال سے اس سکول میں ایف اے کلاس بھی کھولی گئی ہے کہ جس کو منشی محمد علی خان صاحب ایم اے صرف گزارہ کے موافق تنخواہ لے کر تعلیم دیتے ہیں۔ سکول کے ہیڈ ماسٹر مفتی محمد صدیق (صادق) ہیں کہ جنہوں نے ہماری خاطر تواضع کرنے کے علاوہ رہائش کے لئے ایک کمرہ بھی عنایت کیا۔ قلیل تنخواہ پر کام کرتے ہیں۔ قرآن کی تعلیم اور زبان عربی کی تحصیل لازمی ہے اور یہ بہت عمدہ قاعدہ ہے کہ تمام لڑکے علی الصبح جب گھنٹا بجتا ہے۔ بستروں سے نکل کر صبح کی نماز پڑھنے مسجد میں جاتے ہیں خواہ کتنی ہی سردی کیوں نہ ہو

قادیان میں یہ حالت دیکھ کر مجھے کسی قدر افسوس بھی ہوا کہ میں نے بچشم خود مرزا صاحب کو نہ دیکھا۔ اگرچہ ان کے متاثرین ان کی خدمت دل و جان سے ادا کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زمانے کے مسلمانوں کے خیالات کا پابند ہونے کے متضاد دین عیسوی اور انجیل کی تعلیم پر عمل چلنے کی بدولت اسی روحانی جوش میں یہ حرکت پیدا ہوئی ہے جس طرح کہ ہندوؤں اور مسیحیوں کے درمیان آریہ سماجی ہیں اسی طرح مسلمانوں اور مسیحیوں کے درمیان مرزا صاحب اور ان کے مرید ہیں ــــ"

(سفرنامہ ابن السبیل صفحہ ۱۲۲ تا ۱۲۵ بحوالہ تاثراتِ قادیان از حضرت ملک فضل حسین رضی اللہ عنہ صفحہ ۸۴ تا صفحہ ۸۵)

ایک اور کتاب میں ذکر

ڈاکٹر پینل نے اپنی کتاب "Among the wild tribes of the Afghan frontier" (افغانی سرحد کے تندمزاج قبائل کے درمیان) میں خاص طور پر سفر قادیان کا تذکرہ کیا اور اسمیں سفرنامہ "ابن السبیل" میں بیان شدہ واقعات کو دہرانے کے بعد ایک طرف تو اس پر خوشی کا اظہار کیا کہ اس بستی میں (تعلیم یافتہ) لوگوں کی بڑی تعداد خدمتِ دین کے جذبہ سے معمور ہو کر کام کر رہی ہے مگر دوسری طرف حضرت مہدی موعود کو (نعوذ باللہ من ذالک) جھوٹا مشہور کر دینے جیسے انتہائی غم و غصہ میں لکھا کہ یہ بات بہت افسوسناک ہے کہ ان لوگوں کے جذبات عیسائیت کے خلاف بہت تند اور تیز تھے۔ پینل جیسے ذمہ دار انگریز مشنری کا یہ رائے قائم کرنا اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ اس دور میں ہندوستان کا پورا کلیسائی نظام برطانوی حکومت کی سرپرستی کے باوجود تحریک احمدیت کی روحانی طاقت سے دہشت زدہ، ہراساں اور مشوش تھا اور عیسائی مشنری حضرت مہدی موعود علیہ السلام اور آپ کی خادم اسلام جماعت کو عیسائیت کا سب سے بڑا حریف اور اپنے لیے عظیم ترین خطرہ تصور کرتے تھے۔ اور اسی لیے کلیسائی تنظیم کے بہت سے افراد نے وقتاً فوقتاً بچشم خود قادیان جا کر یہ دیکھا کہ عیسائیت کے بطلان کے جو دلائل مسیح موعود اور آپ کی جماعت کے پاس ہیں وہ اس قدر ٹھوس ہیں کہ کلیسائی نظام قائم ہی نہیں رہ سکتا ـــــ

چنانچہ نہ صرف عیسائیوں نے بلکہ مسلمانوں نے بھی علی وجہ البصیرت اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ عیسائیت کی بڑھتی ہوئی رَو کا مقابلہ دنیائے اسلام میں قاطعیت کے ساتھ اگر کسی نے کیا ہے تو وہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہیں یا آپ کی جماعت!

اور ـــــ اس وقت سے لے کر آج تک کہ پوری صدی گزر رہی ہے۔ عیسائیت کے خلاف جماعت احمدیہ کا جہاد جاری ہے اور اب بھی کلیسائی نظام اس جماعت سے لرزاں و ترساں ہے ـــــ

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ
الحمد للہ رب العلمین!

اظہارِ تعزیت

نہایت افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ مکرم مبارک احمد شاہد ولد مکرم منشی احمد صابر نمبر ۱۲ سال طالب علم ایف ایس سی مورخہ ۱۹-۱۷ مئی ۶۲ء کی درمیانی شب کو ایک حادثہ میں اس دارِ فانی سے جہانِ جاودانی کو چل بسے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! مرحوم خادمِ دین نہایت قابل اور نیک تھے مجلس عاملہ میں ناظم اطفال کے عہدہ پر فائز تھے مجلس خدام الاحمدیہ سعد اللہ پور مرحوم کی وفات پر گہرے رنج والم کا اظہار کرتی ہے۔ احباب مرحوم کی مغفرت اور لواحقین کے صبرِ جمیل کے لئے دعا فرمائیں!

(مجلس خدام الاحمدیہ سعد اللہ پور ضلع گجرات)

ہر شب تاریک۔ صبح صادق کی منتظر ہے اور ہر اندھیرا اُجالے کا متلاشی۔ اور یہ سلسلہ جانے کب سے چلا آرہا ہے۔ تاریکی کے بعد روشنی جلوہ گر ہوتی ہے صبح طلوع ہوتی ہے۔ تابناک سویرا آتا ہے تو نسیم سحری نزاکت سے اٹھلاتی ہوئی اس کا استقبال کرتی ہے۔ خوابیدہ کلیاں آنکھیں کھول کر اسے مرحبا کہتی ہیں اور اپنی خوشبو کی مہک سے فضا کو معطر کرتی ہیں۔ ننھا سا پودا آہستہ آہستہ اپنی خمیدہ کمر سیدھی کرتا ہے۔ خاک سے اپنا سر اٹھا کر فخر سے فضا میں لہراتا ہے۔ زندگی دینے والا پانی ننھے ننھے قطروں کی شکل میں زمین کی ہر چیز پہ پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ یہی شبنم ہے جو بارش کی قائمقام ہے اور تمام جانداروں کے لئے بطور امرت کے ہے۔ یہ سویرا آرہا ہے۔ یہ سویرا ایک عظیم الشان انقلاب ہے جب تاریکی نور سے بدل جاتی ہے۔ اندھیرا اجالے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ وہی اندھیرا جس میں چلنے والے کو اپنے سامنے کچھ بھی نظر نہیں آتا اور اگر وہ ٹھوکر کھا جائے تو اپنی جان سے ہاتھ دھو سکتا ہے وہی اندھیرا جس میں زہریلے حشرات الارض کی حکمرانی ہوتی ہے۔ اُجالے کے ساتھ ہی یہ سب غائب ہو جاتے ہیں۔ اندھیرے کو دور کرنے کے لئے ہمیشہ روشنی کی ضرورت ہوتی ہے۔ سراج منیر جب ظاہر ہوتا ہے تو اندھیرا ختم ہو جاتا ہے اور اجالا آجاتا ہے۔ روشنی کے منبع کے بغیر روشنی پھیل نہیں سکتی لیکن روشنی کا اصل منبع اور تمام اندھیروں کو دور کرنے والا نور تو رب العالمین ہے اور وہ اسی عظیم الشان انقلاب کی تمثیل ہر روز ہمیں دکھاتا ہے جب تاریک رات کٹتی ہے۔ چمکتا ہوا سورج طلوع ہوتا ہے اور ایک نئے دن کی ابتداء ہو جاتی ہے۔

اسی قسم کا انقلاب روحانی زندگی میں بھی آتا رہتا ہے تاریک رات ہوتی ہے۔ معصیت۔ گناہ۔ کفر اور ضلالت کا گھٹا ٹوپ اندھیرا پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ ظلم و ستم کا بازار گرم ہوتا ہے۔ خالق کے حقوق خدا کو نہیں دیئے جاتے اور قسما قسم کے شریک خدا کے ساتھ شامل کرتے جاتے ہیں۔ بندوں کے حقوق پامال کر دیئے جاتے ہیں۔ ایک شخص ظالم ہو جاتا ہے اور دوسرا مظلوم۔ فضا میں دشمنی۔ کدورت۔ فساد اور فتنہ کا تعفن پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ خود غرضی۔ لالچ۔ بددیانتی اور دوسروں سے لاپرواہی کے کیڑے انسانوں کو کھا رہے ہوتے ہیں۔ اقتدار، دولت، طاقت، حسب و نسب اور اسی قسم کی دوسری چیزوں پر تکبر اور فخر عام ہو جاتا ہے۔ نیک اعمال اور تقویٰ دنیا سے مفقود ہو جاتے ہیں تو خدا کے نور سے روشنی پا کر ایک چمکتا ہوا سورج طلوع ہوتا ہے۔ اسی سورج سے تمام فضا منور ہو جاتی ہے۔

اسی سورج کے ساتھ ہی ایک نسیم رحمت تمام عالم میں چل پڑتی ہے جبکہ خالق اپنی مخلوق کے نزدیک تر ہو جاتا ہے آسمان سے زندگی بخش پانی نازل ہو کر تشنہ روحوں کو سیراب کرتا ہے اور انھیں نئی زندگی بخشتا ہے ایک بیج بویا جاتا ہے جس سے روحانیت کا خوش نما پودا آہستہ آہستہ اپنا سر بلند کرتا ہے۔ اس پودے میں لگنے والے پھول کھل جاتے ہیں اور اپنی دلفریب خوشبو سے ہمیشہ ہمیش کے لئے تمام عالم کو مہکا دیتے ہیں ایک ایسا ہی انقلاب سرزمین عرب میں برپا ہوا جس میں صدیوں کے مردے زندہ ہو گئے انتہائی گہرا اندھیرا انتہائی روشن اجالے میں تبدیل ہو گیا۔ کیونکہ سب سے زیادہ چمکدار سراج منیر اپنی شان میں سب سے ارفع اور اعلیٰ اور اتم انسان انسانوں میں پیدا ہوا اور اسی دلفریب پودے کا بیج ڈالا اور آبیاری کی جس کا نام اسلام ہے اس کے اولین پھولوں کی مہک آج بھی ہمیں فریفتہ کئے ہوئے ہے کبھی ہم ابوبکرؓ کی خوشبو سے محظوظ ہوتے ہیں تو کبھی عمرؓ کی خوشبو سے۔ کبھی عثمانؓ کی تو کبھی علیؓ کی۔ کیا ہی عمدہ پھول تھے جن کی مہک آج بھی اسی طرح تازہ اور روح پرور ہے جیسے پہلے دن تھی۔ آج پھر گہری تاریکی میں سورج سے روشنی لینے والا چاند طلوع ہو چکا ہے۔ نسیم رحمت پھر چل رہی ہے۔ پودے کی آبیاری پھر شروع ہو چکی ہے اس میں وہ بار آور انتہائی خوشبودار پھول پھر لگ چکے ہیں۔ گویا ؎

باغ میں ملت کے ہے کوئی گل رعنا کھلا
آئی ہے باد صبا گلزار سے مستانہ وار

ملت احمد کا چمن ایک بار پھر لہلہا اٹھا ہے بہار کی آمد آمد کا غلغلہ بلند ہو رہا ہے۔ بہار اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ آنے کو ہے۔ خزاں کے نقوش مٹتے جا رہے ہیں اور بہار کی رعنائیاں لمحہ بہ لمحہ فزوں تر ہوتی چلی جا رہی ہیں اور سفینہ ساحل مقصد پہ پہنچنے کو ہے انشاء اللہ۔

محترم بدر سلطان صاحب اختر سابق مراقب خدام الاحمدیہ مرکزیہ وفات پاگئے

ربوہ۔ نہایت افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ محترم چوہدری بدر سلطان صاحب اختر سابق مراقب (انسپکٹر) خدام الاحمدیہ مرکزیہ ۶ اپریل ۱۹۷۶ء بروز منگل صبح نو بجے حیدرآباد (سندھ) میں بعمر قریباً ۶۹ سال وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحوم کی نعش ربوہ لائی گئی اور انھیں قطعہ صحابہ میں سپرد خاک کیا گیا۔

قیام پاکستان کے بعد آپ نے قریباً اٹھارہ سال بطور مراقب (انسپکٹر) خدام الاحمدیہ خدمات انجام دیں۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیمی صحابی حضرت مولوی محمود الحسن خان صاحبؓ کے نواسے تھے بہت مخلص خادم سلسلہ تھے اور دینی غیرت ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ بہت نڈر اور دلیر واقع ہوئے تھے اور ہمدردی خلق آپ کے وصف سے خاص طور پر متصف تھے مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ اس موقع پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتی ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور ان کی اہلیہ صاحبہ محترمہ اور بچوں کا دین و دنیا میں حافظ و ناصر اور معین و مددگار ہو۔ آمین!

مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کے چند مستعد خدام اپنے آقا کے ساتھ

(تفصیل صفحہ ۳۳ پر ملاحظہ فرمائیں)

MONTHLY
KHALID
RABWAH
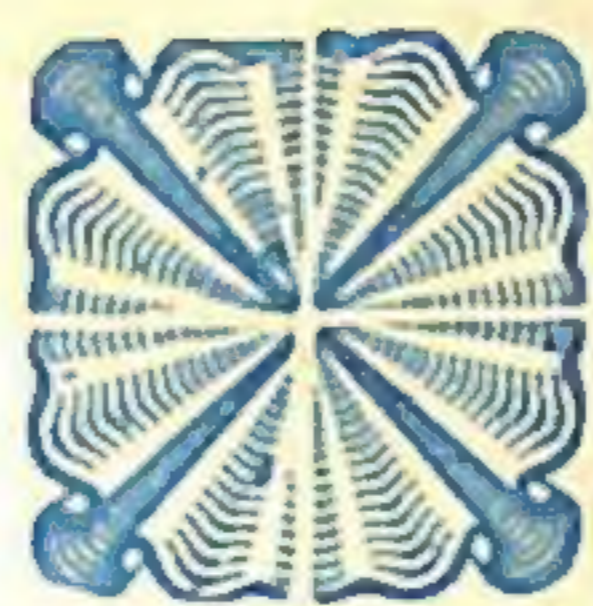
IHSAN 1355 H.S.
JUNE 1976
Regd No. L 5830

Title Printed at the Nusrat Art Press, Rabwah.